

مکتبہ دیوسٹ کوکن عہری - ایئر - اے

ریڈر عربی و فارسی و اردو

مدراس یونیورسٹی

صفحہ ۱۹۵۸ عیسوی

مصنف کی دوسری کتابیں

۱۔ امام ابن تیمیہ امام المفسرین ، ترجمان سنت ، مجدد عصر ، علامہ شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن شہاب الدین ابو العباس عبدالحلیم بن مجدالدین ابو البركات عبد السلام ابن تیمیہ الحرانی الدمشقی المتوفی سنہ ۷۲۸ھ کے سوانح حیات اور تجدیدی کارناموں پر عربی اور اردو میں دو چار مستند کتابیں شایع ہو چکی ہیں ۔ اس کے باوجود یہ تصنیف ان سب میں ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے ۔ امام موصوف کے خاندان اور خود ان کے سوانح حیات کو مفصل بیان کیا گیا ہے اور مختلف عنوانوں کے تحت ان کے تجدیدی کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے ۔ پڑھنے کے بعد خود ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کس کس پارے کی کتاب ہے ، ہماری تحریف کی ضرورت نہیں ہے ۔ مصنف نے دوران قیام مصر میں دمشق کی بڑی سیر کی تھی اور امام موصوف کی دائمی خواجهگاہ کا ڈوٹو لیا تھا ۔ اس کتاب میں یہ ڈوٹو بھی شامل ہے ۔ کتابت اور طباعت دیدہ زیب اور کاغذ سفید اور عمدہ ہے ۔ ضخامت تقریباً ساڑھے پان سو صفحہ طباعت تقریباً تکمیل کو پہنچ چکی ہے ۔ قیمت غیر مجلد چھ روپیہ ۔ شایقین مصنف سے خط و کتابت کریں

۲۔ اصل الاصول فی بیان مطابقة الکشف

بالہعقول و المہنقول فخر الاولیاء علامہ سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلاپوری مدرسی المتوفی سنہ ۱۲۰۲ھ نے اس نام سے فارسی زبان میں علم تصوف پر ایک ضخیم کتاب لکھی تھی جو ایک مقدمہ ، ۴۷ سینتالیس اصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل تھی ۔ علم تصوف پر اس سے بہتر مرتب اور مفصل تصنیف نہیں مل سکتی ۔ مختلف قلمی نسخوں کی مدد سے اس کا ایک صدیچ ایڈیشن مرتب کیا گیا ہے اور اس پر ایک عالمانہ مقدمہ لکھا گیا ہے ۔ ضخامت تقریباً آٹھ سو صفحہ ۔ یہ کتاب بھی تقریباً تکمیل کو پہنچ چکی ہے شایقین مدراس یونیورسٹی سے طلب کریں

سحبہ پبلسٹک گروپ - ایہر - اے

ریڈر عربی و فارسی و اردو، مدراس، یونیورسٹی

ویلور کرناٹک کے پرانے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ آجکل وہ ضلع شمالی آرکٹ صوبہ مدراس کا صدر مقام ہے۔

اٹھارویں صدی عیسوی کی ابتدا میں جب کہ نواب سعادت اللہ خان آرکٹ کے حکمران تھے، اس شہر کو بڑی ترقی ہوئی، کیونکہ نواب موصوف اہل نایط سے تھے۔ اور انہوں نے اپنے زمانہ حکومت میں اپنے خاندان کے مختلف افراد کو بڑی بڑی نوکریاں دیں ان کے چھوٹے بھائی غلام علی کو ویلور کا علاقہ بطور جاگیر کے ملا۔ اور اس طرح اہل نایط مختلف جگہوں سے سبٹ کر کرناٹک کے مختلف شہروں میں آباد ہونے لگے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ دکن کی اسلامی حکومتیں اورنگ زیب کی بدولت بالکل ختم ہو چکی تھیں۔ اب درہٹوں نے پہلے سے زیادہ بیجاپور، کوڈکن اور دوسرے علاقوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیے تھے۔ جس کی وجہ سے کسی کو بھی امن اور اطمینان نصیب نہیں تھا۔ لوگ قحط مالی کی وجہ سے بھی بالکل پریشان حال تھے۔ خاندان کے خاندان اپنی اپنی جستیوں کو چھوڑ کر ہجرت کر رہے تھے۔ اس وقت کرناٹک کا علاقہ ہی انہیں پر

امن نظر آرہا تھا۔ چنانچہ بہت سے اہل علم نے کراٹک کے مختلف شہروں میں آباد ہونے کی کوشش کی۔ بعض لوگ ویلور آئے۔ انہیں میں سے مولانا محمد حسین بیجاپوری بھی تھے جو اس زمانے کے مشہور عالم تھے اور ویلور کے اکثر اہل علم نے ان کے سامنے زاحیہ ادب تہ کیا تھا۔

باقی آگاہ کا خاندان بھی بیجاپور سے ویلور آیا تھا۔ اب ذہنی طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کا خاندان کس سنہ میں ویلور آیا، مگر باقر آگاہ یہیں ۱۲ رجب سنہ ۱۱۵۸ ہجری کو پیدا ہوئے ان کے والد ماجد کا نام محمد مرتضیٰ تھا۔ وہ عوام میں محمد صاحب کے نام سے مشہور تھے۔

تعلیم و تربیت

باقی آگاہ نے دستبر کے مطابق سب سے پہلے قرآن مجید شروع کیا اور اس کو سات سال کی عمر میں ختم کر لیا۔ اس کے بعد فارسی کی درسی کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ ان کے چچا شیخ حبیب اللہ خود ایک مدرس تھے جو حضرت قربی کے ارشد تلامذہ میں گنے جاتے تھے آگاہ نے گلستان سے لیکر تحفۃ السراپین تک تمام فارسی کتابیں ان سے پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی (۱) قدس سرہ سے فارسی کی اعلیٰ کتابیں سمندر شامہ اور قرآن المسدیس وغیرہ پڑھیں۔

(۱) سید شاہ ابوالحسن قربی کا خاندان بھی بیجاپور سے ویلور آکر آباد ہوا تھا۔ ان کے والد سید شاہ عبداللطیف نقوی اپنے خاندان کو لیکر بیجاپور سے نکلیے اس وقت قربی کی عمر چار سال کی تھی۔ وہ دو سال شانور میں رہے اور پھر چھ سال آرکات میں گزارے اس کے بعد تقریباً سنہ ۱۱۲۰ ھ میں ویلور آئے اور یہیں مقیم ہو گئے۔

ویلور میں آگاتہ کی تعلیم کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ ان کو کسی وجہ سے ہتھکڑیاں پہنائیں گے۔ مگر وہاں بھی انہوں نے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک صوفی منہش بزرگ مولوی ولی اللہ سے عربی صرف و نحو کی کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ اور ان سے المصباح کا دو تہائی حصہ اور الصواع فی شرح المصباح کا ایک جز پڑھا۔ باقی آگاتہ کی علمی استعداد اتنی موچکی تھی کہ وہ کتابوں کو پڑھ کر سمجھ لے سکتے تھے۔ مولوی ولی اللہ نے انہیں ترغیب دی کہ وہ اپنا

سین شہر کو پہنچنے کے بعد یہیں قریبی کی تعلیم شروع ہوئی۔ انہوں نے مولانا محمد حسین بیجاپوری سے فارسی اور مولانا محمد ساقی سے عربی پڑھی۔ مولانا محمد فخر الدین مہکری نایبی سے جو اس وقت کے ایک مشہور صوفی تھے تصوف اور سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ بلا کے دہین تھے۔ اس لئے تھوڑی ہی مدت میں تمام علوم متداولہ میں کمال حاصل کر لیا۔

قریبی نے مولانا محمد فخر الدین نایبی سے بیعت کی اور قادریہ طریقہ پر ان سے خرقہ خلافت پایا۔ پھر حضرت سید محمد علی قدس سرہ اور حضرت خواجہ رحمت اللہ نایب رسول اللہ سے قادریہ، نقشبندیہ چشتیہ اور رفاعیہ سلسلوں کی اجازت حاصل کی۔ پھر شیخ محمد مخدوم ساوی سے افکار اور وظائف میں استفادہ کیا۔ اس طرح بہت جلد وہ لوگوں میں مشہور اور معروف ہو گئے۔ ہر ایک کے دل میں ان کی عظمت بیٹھ گئی۔ سیکڑوں آدمی ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کے سر پر ہو گئے۔ ان کو ویلور اور صوبہ مدراس میں قدس کا بہت بڑا درجہ حاصل ہو گیا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج تک ان کے خاندان کو بہت بڑا مذہبی قدس حاصل ہے۔ لوگ ان کا بہت بڑا احترام کرتے چلے آتے ہیں۔

سارا وقت مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے مطالعہ پر صرف کریں۔ چنانچہ آگاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور تھوڑی مدت میں علوم متداولہ پر ایک گوندہ عبور حاصل کر لیا۔

ویلور میں باقر آگاہ کو سید شائد ابوالحسن قرہی کے ساتھ جو عقیدت پیدا ہوئی تھی وہ نتھڑنگر جانے سے کم نہیں ہوئی۔ انہوں نے سنہ ۱۱۷۵ھ میں جب کہ ان کی عمر صرف ستتر سال کی تھی، قرہی کے متعلق ایک پر زور فارسی قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ تھا۔

آفتاب اوج وحدت مہتاب پرچ دیں
کاشف اسرار قربت صائب عین الیقین

یہ قصیدہ جوش عقیدت سے لبریز تھا۔ قرہی نے اس قصیدے کو بہت پسند کیا۔ اور اس کے جواب میں یہ لکھا۔

”قصیدۂ غدا کہ در مدح فقیر حقیر بود رسید مستانیش
دیدہ دعای اللہم زد فزاد کرد آمد بایں قدز علم
چنیں فکر صایب بظہور آمد۔ چوں زیادت علم
شود ذکر کارہا خواہد کرد کہ سزاوار آفرین نام
و تمسین تمام خواہد بود۔ بعض محال اصلاح طلب است
اگر در حضور می بودند ظاہر کرد می شد۔ والسلام“

قصیدے کی سلامت اور روانی اور اس کے جوش اور جذبہ سے قرہی نے اندازہ لگایا تھا کہ باقر آگاہ آگے چل کر شاعری میں بڑا نام پیدا کریں گے۔ اس بے بضاعتی علم پر ان کے فکر سخن کی یہ کیفیت ہو تو وفور علم کے بعد اس کی کیا کیفیت نہ ہوگی قرہی کی پیشین گوئی سچی اور دعای اللہم زد فزاد مقبول ثابت ہوئی چنانچہ وہ تھوڑے ہی زمانے میں سرآمد شاعر روزگار ہو گئے اور

ڈرائنگ کے اکثر شعراء ادھی سے اصلاح لینے لگے۔

دو سال بعد یعنی سنہ ۱۱۷۷ھ میں باقر آگاہ خٹہڑندگیر سے ویلور چلے آئے۔ اور اس مرتبہ قریبی سے نہ صرف تعلیم و تعلم اور مشق سخن کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی اور ان کے مرید ہو گئے۔

کسب سخن اور کسب سلوک کے علاوہ قریبی کی صحبت سے آگاہ کو ایک بہت بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ ان کو عربی نظم و نثر کے لکھنے پر بھی بڑی قدرت حاصل ہو گئی۔ قریبی اس دور کے بہترین ادیب اور خطیب تھے۔ عربی شعرا کا کلام اور مختلف ادیبوں کی عبارتیں انہیں ازبر تھیں۔ جمعہ میں وہ فصیح و بلیغ عربی خطبے دیا کرتے تھے۔ ان کے اس جوہر کمال سے بہت سے وادستگان علم نے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ نواب غلام غوث خان اپنے تذکرہ گلزار اعظم میں قریبی کے حالات کے تحت لکھتے ہیں۔

”نثر عربی بکمال فصاحت و بلاغت تحریر می نمود و ازیں

مابعدہ پر فائدہ مستفیدان خود را متلذذ می فرمود“

انہی کا فیض تھا کہ باقر آگاہ نے اگے چل کر عربی زبان و ادب میں بھی بڑا نام پیدا کیا جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

یہ ڈپک طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ اس مرتبہ آگاہ ویلور میں کتنے سال تک رہے۔ تذکروں کی عبارتوں سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ آگاہ اپنے مرشد سید شاہ ابوالحسن قریبی کی وفات سنہ ۱۱۸۲ھ تک ویلور میں رہے۔ اس لحاظ سے ان کی کل مدت اقامت پانچ سال ہوتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اس مدت میں مدراس اور دوسرے مقامات کو بھی گئے اور آئے ہوں۔ بہر حال اس عرصہ میں انہوں نے کئی ایک قصیدے اور مختلف چھوٹی

بڑی مشغولیاں اور بہت سی غزلیں لکھیں اور قریبی سے اصلاح لی
 قریبی کی ذات سے آگاہ کر بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ انہوں نے کئی
 جگہ اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں

درد ہر بیت من آئینہ دار دیدہ آگاہ

کہ در وجہ حسن کسب سخن از دو الحسن کردم

دوسری جگہ کہتے ہیں -

جام جہاں نما ہے نظم دقیق آگاہ

صاف اس کو کر دیا ہے صیقل ابو الحسن کا

جب سنہ ۱۱۸۲ ھ میں قریبی نے وفات پاڈی تو آگاہ کے دل
 کو بڑا صدمہ پہنچا۔ انہوں نے ایک بہت ہی پر مسوز قطعہ
 تاریخی لکھا جو آج تک قریبی کے مقبرے پر لکھا ہوا نظر آتا
 ہے۔ وہ قطعہ یہ ہے -

چمن دیں چو باغ خلک شگفت	بوالحسن آذکے از دم فیضش
آن گہرہا کہ در معارف مہفت	قرطہ گوش عرشیاں گردید
باعیادش نہاں نمائندہ بہفت	بانہانش عیاں نکرده ظهور
خس و خاشاک غیبر از دل رفت	از پے واردان مشہد غیب
تا شود باجہاں مطلق بہفت	کرد زین طاق تنگ عزم رحیل
دوش پردوش شاد و خندان خفت	در حریم بقا بشاہد قدس
از سفر کردنش جہاں آشفت	بود جان جہاں ازین معنی
غاب قطب ابلاہ ہاتف گفت	ذکر تاریخ رحلتش کردم

۱۱۸۲ ھ

قریبی کی وفات کے بعد باقر آگاہ کو اپنا پرانا کلام ہیچ
 اور بے وقعت معلوم ہونے لگا۔ انہوں نے اس وقت تک جو
 کچھ لکھا تھا اس کو پانی میں بہادیا اور شاعری سے بھری ایک

مدت تک منارہ کشی اختیار کر لی۔ انہوں نے قربی کے حالات میں تحفۃ الاحسن فی مناقب السید ابی الحسن کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اور اس طرح اپنے استاد کا ایک حد تک حق ادا کیا۔

باقر آگاہ کی مختلف تصنیفات کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں حضرت قربی کی بڑی عظمت اور منزلت تھی۔ ان کو وہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے بعد کا مرتبہ دیتے تھے۔ انہوں نے مختلف جگہوں پر ان کی بڑی ہی تعریف اور توصیف کی ہے۔

چنانچہ اپنے عربی مقدمات کے پہلے مقام المقامۃ الشاہدۃ الکافورۃ فی وصف محتامد الایلیوریہ میں ہندوستان کی تعریف اور ویلور کے قلعہ اور ارباب کمال اور پھلوں اور پھولوں کی تعریف کرنے کے بعد آخر میں حضرت قربی کی شان میں ایک لمبا عربی قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

شریف سید سند کریم غدا فی الفقر ممتند الکرام
 ہو الصمدید فی غرر السجایا و فی العللیا الامام ابن الامام
 ابو الحسن الحلبي القدر شانا حسینی المناقب و المقام
 و رکن الدین لاسلام عونا علی علاقہ فی لاهتمام
 و فی نخب التقی سجاد عال و فی رتب العالی مراقہ سامی
 وانت لدین ربک نعم عون وانت لشرع جدک خیر حامی
 غلامی عن ثنائیک فی قصور علیک تحیۃ الرب السلام
 آگاہ نے اپنی مشہور تصنیف ہشت بہشت کے آٹھویں رسالوں

میں سے ہر ایک کی ابتدا میں حدودِ نعمت اور مشقتِ حضرت
 شیخ عبدالقادر جیلانی کے بعد بالالتزام قریدی کی بھی تصنیف
 کی ہے - چنانچہ پہلے رسالہ من دیپک میں کہتے ہیں -

خاصا قریدی وہ شیخ زمن عرفان کے گھن کا پاک رتن
 ہے علم و معارف میں جعفر ہے کرم میں معن اوس کا چاکر
 جنب عرفان کی تقریر کرے ہر سامع کون تصویر کرے
 تھا علم کا اوں کشور پورا ہے ہر قول اوس کا یک دیرا
 تھا ہر فن میں وہ ہے جوڑا جو وصف کروں میں ہے تھوڑا
 من اوس کا حق میں پورا چھو دل اوس کا انت سرور اچھو
 اسی طرح من دن کی ابتدا میں فرماتے ہیں -

ایرے فرماں میں کل قدرت و کرم (۱) باقر حیرن کے اوپر کر کرم
 تیری کلی اولاد کی درمت ستے تیرے مریدان کی درمت ستے
 غیر کی صحبت سوں منجی دور کر در پر تیرے رکھ منجے شام و سحر
 حق سوں تحیات بشام و سحر صوبے ترے روح مقدس اوپر
 یک دم احسان سوں ترے دو الحسن علم کے دریا کا حوا نورتن
 بدرج حقایق کا اتھا سور او گنج دقایق سوں اتھا پور او
 محو شریعت کی اتھی اوس کی چال محو حقیقت میں اتھا اوس کا حال

من موشن کی ابتدا میں لکھتے ہیں -

ملک عرفان کا بادشاہ گمنبیر آسمان کرم کا بدر مشیر
 پیروی میں شبی کے تھا فانی اس کے اسرار سوں اتھا گیانی
 یا الہی تو خوش دوست اوس سوں رکھ ترقی میں دم بدر اوس کون

جگ سونہ کی ابتدا میں کہتے ہیں -

خاص کر جو الحسن پاک میر غوث کے سر و عیاں کا مظہر
 باوجود اس کے کہ تھا غرق وصال سوزش عشق سے تھا مالا مال
 گردوں درد کا میں اوس کے بیاں مویں سے خامے کے لہو ہووے رواں
 راحت جان کی ابتدا میں فرماتے ہیں -

خاص شیخ دین و دنیا جو الحسن جس کی تھی ہر بات میں سونہ لگن
 معرفت میں تھا او بحر بے کنار ہر بچن اوس کا تھا در شاہوار
 گرچہ تھا اوس کو مقام بایزید مارتا تھا نہرۂ ہل من مزید
 مقتدا ہے وہ مرا عرفاں میں آشنا مجھ کو کیا ہے گیاں میں
 خلدت میں جیو اوس کا شاد اچھو ذکر سے اوس کے جہاں آباد اچھو

من در پن کی ابتدا میں لکھتے ہیں -

اتھایاں جو الحسن گنجینۂ راز شریعت دور طریقت بیچ ممتاز
 کیا یوں جہم او دونوں کو باہم کہہ ہر دو گئے مانند تو ام
 قلم اوس کا تھا دخل شعلہ طور دم اوس کا پرتو نور علی نور
 طریقت میں اتھا وہ شیخ میرا ہے احسان اوس کا میرے پر گھنیرا
 ز ادوار قروغ جلوۂ ذات اچھونت قبر اوس کی چاندنی رات

آخری رسالۂ من جیون میں فرماتے ہیں -

اس ملک منہ احوال حسن تھا جو عشق میں محو دن رین تھا
 جب قرب سے پور تھا سراپا قربی تھا تخلص اوس کا زیبا
 تحقیق اتھا وہ رکن دین کا گنجور تھا مخزن یقین کا
 وہ پیر مرا اتھا بہ عرفان دیوے حق اوسے جزاے شایاں

اسی طرح آگاہ نے اپنی تصنیف تحفۃ الاحباب میں بھی قربی کی

تعریف کی ہے - جنانچہ لکھتے ہیں -

اس زمانہ میں تھا سید ذوالحسن جسے شک اوس کا مظہر سر و علم
جامعیت کے فائدہ کا مسور تھا طور اسرار قدم کا خور تھا
جان اوس کا در مقامات عظام خست ترقی میں رہے ہو شاد کام

دبیری کے فرایض اور انعام نواب محمد علی والا جاہ
کے دادا حاجی انورالدین خان بہادر جب پہلی مرتبہ حج کے لئے تشریف
لے گئے تو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے حرمین شریفین کے غریب
میں تقسیم کرنے کی غرض سے تین لاکھ روپیہ ان کے حوالے کیا۔ انورالدین
موصوف نے سورت پہنچ کر اس رقم میں تجارتی مال خریدا اور جدہ
پہنچ کر اس مال کو فروخت کر دیا جس سے نو لاکھ روپیہ حاصل ہوا۔
اس پوری رقم کو حرمین شریفین کے شیوخ و علماء اور غریب
تقسیم کر دیا اور ہر ایک سے رسید حاصل کر کے شہنشاہ ہند کی خدمت
میں پہنچا دیں۔ اورنگ زیب کو ان کی اس دانشمندی اور دیانت
داری سے بے حد خوشی ہوئی اور انہوں نے انورالدین خان بہادر کو
”حاجی“ کا ممتاز لقب عنایت فرمایا۔ اس کے بعد انورالدین نے
کئی مرتبہ حج کیا اور اسی طرح خیرات کی۔ سلطان روم یحییٰ عثمانی
بادشاہ نے ان کی خدمات جلیلہ کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی خاص مہر اور
دستخط سے فراشی کی سند اور ایک قلمدان عطا کیا جو ان کے ورثہ میں
بطور یادگار کے چلا آ رہا تھا۔

جب نواب محمد علی والا جاہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اپنے ایسٹ
انڈیا کمپنی کے وکیل کے معرفت عثمانی سلطان عبدالعزیز خان سے اس
سند فراشی کی تجدید کرا دی۔ چنانچہ اس ریاست کرنٹک میں ہے۔

و خواب والاجاء در ریاست خود از بارگاه سلطنت عثمانیہ استبول
 سند خدمت افروختن چراغها در مسجد حرام و در مسجد نبی علیہ السلام
 درخواست کردند پس سند مذکور از سلطنت سلطان خلدانثہ ملکہ بدہ
 والاجاء عطا شد و از معرفت وکیل کمپنی انگریزی کہ بدرجاء سلطنت
 عثمانیہ حاضر می بود بدہ والاجاء رسید و بامند خدمت فراشی کہ
 سابقا بدہ حاجی انورالدین خاں جد والاجاء از سلطنت سلطان روم دادہ
 شدہ بود اضافہ شد (صفحة ۲۳)

اس سند کی عطا ئیگی کی تاریخ ڈھیک طور پر معلوم نہیں ہے۔ باقراگاہ
 کہ عربی خطوط کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۸۰ھ سے
 اس وقت کہ امیر حجاز شریف سرور کے ساتھ خواب والاجاء کی خط و کتابت
 کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ خواب والاجاء نے ترواندور کی آمدنی درمیں
 شریفین کے شیوخ و علماء و غربا کے لئے وقف کر دی تھی۔ وہ ہر سال ایک
 لاکھ سے زیادہ روپیہ درمیں کو روانہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مکہ میں
 مدراسیوں میں سے امین الدین احمد خان کو اور مکہ والوں میں سے
 استاد القراء شیخ محمد مرداد کو اپنا وکیل مقرر کر رکھا تھا۔ اور اسی
 طرح مدینہ میں مدراسیوں میں سے مسیح محمد خان کو اور مدینہ والوں
 میں سے سید حنیف بخاری اور سید محمود موسوی کو اپنا وکیل مقرر
 کر رکھا تھا امیر حجاز سے یہ درخواست کی جاتی تھی کہ جد سے
 لیکر مکہ اور مدینہ تک اس زرومال کے پہنچنے کا پورا انتظام کیا
 جائے اور چوروں سے اس کی حفاظت کی جائے اور نیز مذکورہ بالا
 وکیلوں کے ذریعے ہدایت کے مطابق اس مرسلہ زرومال کی تقسیم
 کی جائے۔ اس سلسلے میں امیر حجاز کے نام بھی گرانقدر تحفے
 اور تحایف روانہ کئے جاتے تھے۔ ان خطوط کا سلسلہ سنہ ۱۱۸۰ھ سے
 سنہ ۱۲۰۵ھ تک جاری رہا۔

اس زمانے میں مدراس میں فارسی کا رواج تھا۔ تمام خط و کتابت فارسی زبان ہی میں ہوتی تھی۔ جب عربی میں خطوط لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو نواب محمد علی والاچا نے آگاہ کی علی قابلیت کا شہرہ منکر انہیں چارباہی کا شرف بخشا اور انہیں دوسرے روپیہ مادوار تنخواہ پر سرکاری ملازم مقرر کر لیا۔

جب پہلے پہل یہ خطوط مکے پہنچے تو شیخ ابراہیم زمزمی مفتی شافعیہ، شیخ انوار شیخ محمد مرداد مکی اور سید احمد جیسے جلیل القدر ادیبوں اور عالموں نے باقر آگاہ کے اسلوب بیان اور طرز نگارش کو پسند کیا اور جواب میں نواب صاحب کے نام محرر کے متعلق بھی تحریریں و توصیہ خط لکھے۔ جن کو پڑھ کر نواب والاچا جیسے خوش ہو گئے۔ انہوں نے ایک زرین جھولا تیار کروایا اور اس کو اپنے دونوں فرزندوں یحییٰ نواب عہدۃ الامرا اور نواب امیرالامرا کے ہاتھوں آگاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ دونوں شادزادے آگاہ کو اس جھولے میں بٹھا کر خود اپنے ہاتھوں سے جھولائیں۔ آگاہ کی دینداری اور کمر نشینی اس قسم کے تحفے اور تعظیم کو قبول نہیں کر سکتی تھی آگاہ نے بڑے اصرار کے بعد نواب والاچا کے اس تحفے کو قبول کر لیا مگر دونوں شادزادوں کے ہاتھوں سے جھولا جھولنے سے مطلقاً انکار کر دیا نواب والاچا نے نواب امیرالامرا بہادر کی تعلیم بھی آگاہ کے سپرد کر رکھی تھی۔ امیرالامرا بہادر نواب صاحب کے دوسرے فرزند تھے۔ ان کا اصلی نام محمد منور تھا۔ یہ سنہ ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ مختلف اساتذہ وقت سے عربی اور فارسی پڑھی تھی مامک الشیراز دربار والاچاہی میرامنہیل خان اچیدی بھی ان کے ایک استاد

تھے۔ وہ بہت قوی، جری اور بہادر تھے جواب والاجہ نے سنہ ۱۱۸۱ھ میں ان کو نئے نگر کا فوجدار بننا کر بھیجا تھا۔ اور جب ان کے چچا خواجہ نصیر الدین بہادر کی صاحبزادی عظیم النساء بیگم سے ان کا رشتہ ہو گیا تو انہیں مدراس واپس بلایا۔ سنہ ۱۱۸۷ھ میں تنجور کو فتح کیا تھا۔ اس خوشی میں شہنشاہ ہند نے انہیں امیرالامرا کا خطاب عنایت کیا تھا۔ امیرالامرا آگاہ کی بہت بڑی قدر کرتے تھے اور ان کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے حضر اور سفر دونوں میں وہ ان کے ساتھی تھے جب انہیں کسی عالم یا فاضل سے ملنا ہوتا تو وہ باقر آگاہ ہی کو ساتھ لیجاتے تھے اور جب کسی کو جواب والاجہ یا امیرالامرا سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا ہوتا تو وہ آگاہ ہی کی وساطت اختیار کرتے تھے اکثر جاہر سے آنے والے علماء و فضلاء آگاہ ہی کے درپے امیرالامرا تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے۔

اس کے علاوہ آگاہ کے دوسرے فرایض بھی تھے۔ بعض اوقات سرکاری مقدمات کی تحقیق اور تفتیش بھی ان کے ذمے ہوتی تھی۔ ان کی حیثیت ایک عالم، ایک مفتی اور ایک استاد کی تھی۔ لوگ ان کے پاس سوالات لیجاتے تھے اور جواب پاتے تھے کرائٹ کے مختلف شعرا ان سے اپنے اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے۔ بعض طلبہ ان سے باقاعدہ درس بھی لیا کرتے تھے

مجالس میلاد کی اصلاح جنوبی ہند میں ایک زمانے سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ رحیم الاول کے ابتدائی بارے میں اور ربیع الثانی کے ابتدائی گیارہ دنوں میں ہر روز مجلس منعقد کی جاتی ہے۔ اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں دعائیں اور مہجے قضا پڑھے جاتے ہیں نیز

مبارک کے ابتدائی دس دنوں میں ہر روز مجلس ہوتی ہے اور اس میں کربلا کے واقعات کو بیان کیا جاتا ہے - یہ دستور اب تک جاری ہے - ان میں سے اکثر قصائد اور مرثیہ موضوع روایات پر مبنی ہوتے ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا اور سننا اور سننا آگاہ کے نزدیک بالکل حرام تھا

جب خواب امیرالامرا نتھڑڈگر کے قوجدار ہو کر گئے تو وہاں کسی عالم یا عمل نے انہیں مشورہ دیا کہ اس قدیم دستور کو بدل دیا جائے اور ان کی جگہ حدیث اور سیرت کی مستند کتابوں کا ترجمہ پڑھ کر سنایا جائے تاکہ عوام کو اصل حالات سے واقفیت ہو - امیرالامرا نے اس مشورے کو بہت پسند کیا اور سید محمد عالم (۱) کو شہابیل ترمذی اور دیگر حدیث کی کتابوں کا ترجمہ پڑھ کر سنانے کا حکم دیا - جب امیرالامرا نتھڑڈگر سے مدراس آئے تو انہوں نے باقر آگاہ کو اس کام پر مامور کیا - اور جب ستمبر ۱۹۱۲ء میں مولوی محمد غوث شرف الہک بہادر جہی انگیر سے مدراس آگئے اور امیرالامرا کے ملازمین میں داخل ہو گئے تو دونوں ملکر اس کام کو انجام دینے لگے چنانچہ وقایح امیرالامرا کا مصنف لکھتا ہے -

”دریں زمانے کے از علماء حاضر الوقت عرض نمودہ کہ ججز خواندن احادیث ختم الہرسلان و خرق عادات حضرت پیر دستگیر سے کسان باحیاء فواتحہ امرے احسن متصور نہی گردد مولوی محمد باقر مرحوم موافق ارشاد خواب فردوس مکان بخواندن حدیث و ملفوظ شریف و خرق عادات مامور بودند چون بعد ہنگامہ حیدر علی خان مولوی محمد غوث آمدہ داخل ملازمین خاص شدند حکم فردوس

(۱) غالباً یہ وہی سید محمد عالم جن عباس السلیمانی ہیں جو شیخ سلیمان الہمدی زبیدی مفتی بلادیہ کے شاگرد تھے اور جن سے شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلپوری نے فن حدیث حاصل کیا تھا -

ارشاد نواب فردوس مکان بخواندن حدیث و مافوظ شریف و خرق عادات مامور بودند۔ چون بعد ہنگامۃ حیدر علی خان مولوی محمد غوث آمدہ داخل ملازمین خاص شدند حکم فردوس مکان بخواندن احادیث و مافوظ شریف بہر دو ماہ مبارک مذکور بایشان شرف ورود یافت و عالمہ از تبرکات متبرکہ سرفراز می شدند از سنہ ۱۱۸۱ ہجری هنوز کہ لغایت سنہ ۱۲۵۳ جاری است ۔

آگاہ نے یہی نہیں کیا بلکہ امیرالامرا کی خواہش پر اردو نظم میں سیرت طیبہ کی ایک مبسوط اور مستند کتاب لکھنی شروع کی ۔ چنانچہ سنہ ۱۱۸۴ ہجری اور سنہ ۱۱۸۶ ہجری کے درمیان ہشت بہشت کے چھ رسالے لکھے جو رجیم الاول کے ابتدائی بارہ دنوں میں بطور مجاس کے پڑھے جائے ۔ اور لوگوں میں بیکہ مقبول ہونے لگے ۔ آگاہ نے آگے چلکر سنہ ۱۲۰۶ ہجری میں ہشت بہشت کے اور دو رسالے لکھے اور کتاب کی تکمیل کی ۔ اور اس کے علاوہ اسی سال حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مستند حالات پر نظم میں محبوب القلوب کے نام سے ایک کتاب لکھی جو بہت مقبول ہوئی ۔ اسی طرح اہل بیت اور منتخب اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مستند حالات پر نظم میں ریاض الجنان اور تحفۃ الاحباب کے نام سے دو کتابیں لکھیں ان میں سے آگاہ کا مقصد یہی تھا کہ فاسد عقاید اور خیالات کی اصلاح ہو جائے ۔ اور آنحضرت ، اہل بیت اور صحابہ کرام کی پاک و پاکیزہ زندگی کا بہترین نقش ان کے دلوں پر بیٹھ جائے ۔

میر غلام علی آزاد سے دوستی اور پھر مخالفت میر غلام علی آزاد بلگرامی بارہویں صدی ہجری کے مشہور عربی اور فارسی مصنف اور شاعر تھے سنہ ۱۱۱۶ ہجری میں بلگرام میں پیدا ہوئے سنہ ۱۱۵۲ ہجری

میں درمیں شریفین کی زیارت کے بعد اورنگ آباد پہنچے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سنہ ۱۲۰۰ھ میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

میر غلام علی آزاد کو عربی اور فارسی زبان پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ کسی دندی مسلمان نے عربی میں اس فصاحت و بلاغت کے قصیدے نہیں لکھے جس طرح آزاد نے لکھے ہیں۔ ان کے مختلف فارسی تذکرے آج بہت ہی وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ آزاد کا حلقہ تلامذہ بہت وسیع تھا۔ حضرت شاد عبدالقادر مہرجان فذری انہی کے شاگرد تھے۔ مہرجان تخلص آزاد ہی کا تجویز کیا ہوا تھا۔ غالباً آگاہ غلام علی آزاد کے نام سے واقف تھے۔ اور جب سنہ ۱۸۳۱ھ جری میں ذوالحجہ علی والجاہ کی دعوت پر فذری مدرس تشریف لائے تو ان کی وساطت سے آزاد اور آگاہ کے درمیان غائبانہ تعارف ہوا۔ آگاہ نے آزاد کو عربی میں ایک خط لکھا اور اپنے چند اشعار اور ایک قصیدہ ذوقیہ آزاد کی خدمت میں روانہ کیا۔ چنانچہ آگاہ لکھتے ہیں۔

”فعالم ما یحقی السرایر عالم بانک فی قلبی و عینی نازل لاسیما بعد ما طرق سمعی محامد اوصافہ بالتفصیل من لسان المید الجلیل و الشیخ النبیل المید عبدالقادر المتخلص بمہرجان ابقا اللہ تعالیٰ راقبہ الی مراقی الذوق و الوجدان فزاد شوقی اضعاف ما کان و قامیت من عوارضہ مالا اطیق شرحہ ببیان و کتبت بعض الابیات المہتمدفظہ بالعجل الی نہختہا فی الزمان الاول لاذی کنت علی جناح السفر و غادرت سفینۃ الاشعار فی الحضر و انشدت قصیدۃ ذوقیہ بالارتجال مع جموم الصوم و توزع البال و قلۃ الاستحار و اتحفنا الی تلک الخدمۃ السریۃ و انا قال خاتمۃ المقامات الحریریۃ فلو غشی غی نور التوفیق و نظرت لنفسی نظر الشفیق لسترت عواری الذی لم یزل مستورا“

اس طرح درخوں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ آزاد نے اپنی بعض عربی و فارسی تصانیف مدراس روانہ کیں۔ جن کو پڑھ کر آگاہ نے ان کی بیحد تحریف کی اور فصاحت و بلاغت میں آزاد کو بے نظیر اور بے مثیل قرار دیا۔

اس سے پہلے آگاہ کو عربی میں اشعار کہنے کی طرف بہت کم توجہ ہوتی تھی۔ انہوں نے صرف دو تین قصیدے لکھے تھے۔ جن کو نقل کر کے آزاد کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ عربی اشعار کے لکھنے کی طرف توجہ نہ ہونے کی وجہ خود آگاہ نے یہ لکھی ہے کہ گذریلو پریشانیوں اور طبیعت کے جہود کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہیں ہو رہی تھی دوسرے یہ کہ ان کے پاس عربی نظم و نثر کے پواوین اور کتابیں موجود نہیں ہیں جن سے وہ نظم و نثر کے لکھنے میں استمداد حاصل کریں۔ تیسری سبب سے بڑی اور اہم وجہ یہ تھی کہ عربی شعر گوئی کا لطف حاصل کرنے والا مدراس میں کوئی نہیں تھا۔ آگاہ نے آزاد سے درخواست کی کہ وہ اپنی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھیں۔

آگاہ نے آزاد کی شان میں ایک مختصر عربی قصیدہ لکھا جس کے صرف دو شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

زین السیادة والشرافة و العلی فخر الکرام و نخبة الامجاد
فتشت اهل الهند قاطبة فلم ار مثله فی ذلک الاعداد
مگر آگاہ اور آزاد کے درمیان یہ اتحاد بہت زمانے تک قائم نہیں رہا۔ آزاد نے آگاہ کا کلام منگوا بھیجا۔ آگاہ نے چند دن کے اندر اپنا فارسی کلام مرتب کر کے آزاد کے پاس بھیجا اور نیز ایک فارسی مثنوی مراد الحسن روانہ کی جو شاید آزاد کے مراد الجہاں کا جواب تھی۔ آزاد نے آگاہ کے کلام پر جارحانہ تنقید کی۔ جو آگاہ کو پسند نہیں آئی۔ آزاد کا کلام بھی

خامبیریں سے پاک نہیں تھا۔ جس پھر کیا تھا دونوں کے درمیان محاصرہ
چشمک کا پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان اختلاف بڑھتا گیا۔
آگاہ نے آزاد کے اشعار میں خامبیر تلاش کرکے شروع کیں اور چھار صد
ایراد پر کلام آزاد کے نام سے ایک مستقل رسالہ ہی لکھ دیا۔ اس کا ایک
قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرف سے ایک دوسرے پر لے لے شروع ہوگئی
تھی اور ایک مدت تک دونوں کے شاگردوں اور ہرا خرا ہوئے کے درمیان ایک
خاصہ ہنگامہ برپا رہا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تنقیص کی ابتدا
آزاد ہی سے ہوئی تھی چنانچہ آگاہ کے ایک شاگرد سید کریم محمد حسینی
ذوقی اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

”رہچو میر غلام علی آزاد کہ علامہ زمین و عالم مضر ہند و دکن بد۔
چوں یا آنجناب مقاتلہ نمود طرفی نہ دست و نقش اوچندکہ خواست
درست نہ دشمنست بلکہ قدر او بشخصیت و چھار صد ایراد پر کلام آزاد ہنگامہ
محشر آراست و باز ازوے صدائے و دوائے درخفاست و کسے از تلامذہ و احباب
اونیز گرد و پیش خیال جواب دگر دیدہ بلکہ چوں غنچہ شاخ پریدہ نفس
دزدید (رسالہ کمال دانائی و حق نہائی)

مولوی محمد ممدی و اصف نے اپنے تذکرۃ معدن الجواہر میں میر غلام
علی کے تذکرے میں آگاہ کے ان اعتراضات و ایرادات کے متعلق لکھا
”مناظرہ و مباحثہ فضیلت دستگاہ مولوی محمد باقر آگاہ و چھار صد
ایراد درفاضل متبحر آزاد از خیرنگی روزگار خبر می دهد۔
حق در انجا بدست حیدر وجود جنگ جا اوضاعے منکر بد
پاس ادب رخصت نہی دهد کہ زیادہ اریں گفتہ شود“

اس کے متعلق خواب غلام بغوث خان بہادر اپنے تذکرۃ گلزار اعظم
میں لکھتے ہیں

”می گویم کہ پدر و عمر محترض از کامت لیسان جناب معلی القاب و او بیگ واسطہ شاگرد آن تقدس اشتساب - پس این قدراسامت ادب درحق استاد الامتاد مخب تر نامناسب بقبول مرزا صائب

صایب بیپائے خویش زندت پیشہ بہ خبر آن ہے ادبیات تحقیق و تدریس
 جہاں انصاف مخفی و محتجب نیست کہ ایرادات جناب کلمہ پر
 میر آزاد چنان نقصانہ ندارد کہ وہ مصداق خطاے منکر شود و لؤادرا
 منصب حیدری از جانب محترض عطاگرد “
 اس کے بعد جواب غلام غوث خان جہادر کے چار سو اعتراضات
 میں سے صرف چار اعتراض نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ اب تک ان کا
 کوئی جواب نہیں دیا جا سکا۔

اس قسم کی محاصرانہ چشموں اور تنقیدوں کو ایک دوسرے کی
 تنقیص و تذلیل کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں
 کہ آگاہ کا قلم بسا اوقات بہت تیز ہوجاتا تھا اور ان کے الفاظ تیر و نشتر
 سے بھی زیادہ سخت ہوتے تھے۔ مگر آزاد کے جوابات بھی اسی قسم کے
 ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے ایک شعر میں تو اپنے مخالف کو یزید کی
 نسل سے قرار دیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

من کہ آزاد از نسل حمین بن علی ام ہرکہ چہن اوفتاد از نسل یزید است
 دہہ بھی یا رکھنا چاہئے کہ اس قسم کی تحریریں طبعی غیظ
 و غضب کا نتیجہ ہوتی ہیں مگر اس قسم کی محاصرانہ تنقیدوں کے
 باوجود نفس ایرادات و اعتراضات سے ادب کو ضرور ترقی ہوتی ہے
 ان کی وجہ سے بہت سے ادبی نکات واضح ہوجاتے ہیں اور ادیب اور
 شعرا زبان و بیان کی غلطیوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

آگاہ اور ذوقی حضرت میر شاہ عبداللطیف ذوقی اس دور کے
 بہترین فارسی شاعر تھے یہ حضرت میر شاہ ابو الحسن ذوقی قدس سرہ

کے صاحبزادے اور باڈر آگاہ کے پیر بھاٹی تھے سنہ ۱۱۵۱ھ جری میں ویلور میں پیدا ہوئے تھے یہ آگاہ سے سات برس بڑے تھے۔ دونوں حضرت قریبی کے صاحب تصانیف مرید اور شاگرد تھے دونوں میں انتہا درجے کا اتحاد اور ربط تھا۔ قابلیت لیاقت اور ذہانت میں دونوں بے نظیر تھے بدیہ گوئی اور زود نویسی میں ذوقی کا کوئی مثال اور نظیر نہیں تھا۔ ایک ہی نشست میں کئی سوا شمار نظم کر دیتے تھے۔ خود آگاہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ذوقی نے سات سو شعر نظم کئے اور کہا کہ انہوں نے ایک ہی نشست میں ایک ہزار سے زیادہ شعر لکھے ہیں۔

جس زمانے میں کہ آگاہ ویلور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے ان کے اور ذوقی کے درمیان گفتگوں صحبت رہا کرتی تھی اور فی البدیہ اشعار کہنے کے متعلق طبع آزمائی کی جاتی تھی جس اوقات ذوقی مختلف عمراتوں کے تحت آگاہ سے اور آگاہ ذوقی سے رباعیاں کہنے کی فرمائش کرتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک ہی ردیف قافیہ اور بحر میں ذوقی ایک شعر کہتے تو آگاہ دوسرا شعر فوراً کہتے۔ اس طرح چند ہی منٹوں میں دو غزلین تیار ہو جاتیں۔ اس کی کئی مثالیں حضرت ذوقی کی کتاب اشعار لطیف الہی میں ملتی ہیں۔ ہم ذیل میں صرف ایک مثال درج کرتے ہیں۔ ایک نشست میں ذوقی نے فوراً یہ شعر پڑھا

مارا بخر عشق تو غمخوار کہ باشد مرہم زہی این سینہ افکار کہ باشد

آگاہ نے فوراً ہی جواب دیا

درجور وجفا چوں تو متہکار کہ باشد چوں من بوفابیل عیار کہ باشد

ذوقی نے کہا

ہر کس کہ بدام تو در افتاد در افتاد از خاطر او خراش هر کار کہ باشد

آگاہ نے کہا

دل بردی و جان نیز بدان طرف مشکین
 در بدن دلا چوں تو عیار کف باشد
 ذوقی نہ خورا کھا
 تابہ خبرم از غم عشقت خبرم نیست
 دلدار کدام است و دل آزار کف باشد
 آگاہ نہ جواب دیا
 یک جام نگاه تو ز خود بے خبرم کرد
 الدق بچنیسں بادہ خبردار کف باشد
 ذوقی نہ کھا
 ماریست سرزلف سیاه تو و با مار
 بودن نتوان خاصہ بدیں مار کف باشد
 آگاہ نہ کھا
 ہر تار سرزاف تو زنجیر دل ما است
 در حلقہ زنجیر گرفتار کف باشد
 ذوقی نہ کھا
 ذوقی چو تو خوشگوشہ بشیر از کدام است
 خودی چو دگار تو بفرخار کف باشد
 آگاہ نہ اپنا مقطع یوں کھا
 ہر کس کہ چو باقر ز غم ہجرتوزار است
 جز وصل تو اندش مونس و غمخوار کف باشد
 ذوقی نہ کئی مشنویاں لکھی ہیں ۔ ان کی ایک فارسی مشنوی
 معجز مصطفیٰ بھی ہے ۔ اس کے کل سات ہزار دوسو اشعار ہیں ۔ ذوقی نہ
 سنہ ۱۱۸۰ میں یہ کتاب لکھی تھی اور صرف ڈیڑھ مہینے کی مدت میں
 لکھی تھی ۔ اس سے ان کی بدیہہ گوئی کا خوب اندازہ ہو سکتا ہے اس کی
 ابتدا میں باقر آگاہ کی تعریف کی ہے جس سے ان کی قدر و منزلت کا
 کچھ اندازہ لگا یا جا سکتا ہے ۔ چنانچہ کہتے ہیں ۔
 من ایں نامت نامی نغز را
 کہ ترمی کند لیلندش معز را
 بہر داختم از کمال ہنر
 بہر از عیب شد مشہر
 ز بہر محب فتوت نشای
 کہ دارد شامش مروت نشای
 جہاں را وجہش جہاں صواب
 بزیور فلک چوں فلک کامیاب

پدری عبارات یکتای کفر
 عبارات او از اشارات پر
 زه باقر صادق مرتضی
 بود چون علی علم و فضلش جلی
 و هستی بود تا بحال نشان
 مبادا دانش به نشان از مرور
 بزدان گم عالم چار بند
 چو خورشید روشن مسلم و غم
 آگاه نه منته ۱۱۸۲ هجری میں ذوقی کی مدح میں ایک عربی قصیدہ
 لکھا ہے جس میں ویلور کے احباب سے دور رہنے کے متعلق دانی
 افسوس کا اظہار کیا ہے۔ اور ذوقی کی: پڑی تحریف کی ہے
 جب ذوقی نے ۱۳ رجب منہ ۱۱۹۲ ہجری کو وفات پائی تو آگاہ نے دل
 کو بڑا صدمہ پہنچا۔ آگاہ نے حسب ذیل موثر تاریخی قطعہ لکھا
 جو آج بھی ذوقی کے مقبرے پر لکھا ہوا نظر آتا ہے۔

ذوقی کہ از تراوش فیض زبان او
 عیمی دمے کہ از نفس جاں فزای او
 خسرو و شہ کہ شورشی شکرین او
 افراخت چوں قصاید خود را باوج عرش
 از هر مسطش کہ چاند است چوں نجوم
 چوں شمع سنجش بغزل طوطیان ہند
 نبود عجب کہ چرخ زند قاضی فلک
 در مشنوی محیط لبش ریخت چوں گہر
 خاک زلای از دم خجالت در آمدہ امت
 گزار نظم و نثر بہ نشو و نما رسید
 جانے بقالب سخن بے نوا رسید
 چوں شہرت د بیر فلک جا بجا رسید
 خاقانی و ظہیر جہ تحت الثری رسید
 از پدر و شہس زمزمۃ مرحبا رسید
 گفتند این نواے غریب از کجا رسید
 از ہر ترادہ اش کہ باوج مہا رسید
 گفتند اہل گنجہ کہ رشعے بہا رسید
 چوں موج این زلال بخا ساروا رسید

در قطعت و رباعی و ترجیع بند و فرد
چو دید نثر او دل تشگفتند چهار
هر کس که بنگرد به تصوف تصرفش
در منطق و بیان و معانی و نطق او
چنانش بقصد اوچ تقدس فشا در جال
و اماخذت امر بدرد دل خود زمن و پرس
تاریخ رحلتش چو طلب کردم از
مروش]

فکرش بهنتها خیال رسا رسید
گفتند به غنچه های من اکنون صبار رسید
گوید به پیر جام که صدر الوری رسید
آسان شده بجایه حروف هجا رسید
زین تنگنا بفسحت دار البقا رسید
اے داغ هجرتش که بجایم چهار رسید
گو همد حکیم نظامی ندا رسید

سنه ۱۱۹۲ هـ

آگاہ اور ابجدی میر اسماعیل خان ابجدی نواب محمد علی
والاجات کے درجاری شاعر اور فارسی اور اردو کے ماہر استاد تھے۔ انہوں
نے انور نامہ، راجب و مرغوب، مروت نامہ، زبدۃ الافکار اور ہفت
جوہر جیسی بہترین مثنویاں لکھی تھیں۔ آخر عمر میں تحفۃ العراقرین
کی فارسی میں شرح لکھی تھی۔ ایک فارسی دیوان بھی چھوڑا تھا۔
سنہ ۱۲۰۳ ہجری میں انتقال کیا۔

ابجدی عمر میں آگاہ سے بہت بڑے تھے۔ انور نامہ کی تالیف پر
انہیں نواب والاجات کی طرف سے شاہانہ انعام بھی ملا تھا۔ وہ نواب
عبدۃ الامرا اور نواب امیرالامرا کے اتالیق بھی تھے۔ امرا کے نزدیک
ان کی بڑی قدر اور وقعت تھی۔ اس ظاہری شان و شوکت اور
اقتدار کے باوجود وہ آگاہ کے علم و فضل کے بڑے معترف اور مداح تھے
اور ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ابجدی نے کئی جگہ ان کی تعریف
کی ہے چنانچہ زبدۃ الافکار کے آخر میں لکھتے ہیں۔

اہل سخن مست می وحدت اند
از دم شان منہنگ گھر می شود
زان ہمہ ایں جا یہ کے حاضر است
ہمتی او قصر شرف را بہنا
موجود قاضیوں سخن گمستان
مصلح اشعار مہربان
گرچہ نواسنج نی کثرت اند
از لب شان خاک چہ وز می شود
حضرت آن مولوی باقر است
سلیم اللہ علی رامنا
پروان

واقف انرار خدا و زمیں کاشف استار فروع و اصول
 همچو کسائی بخوض قنات همچو خلیل است امام نہات
 ہست کمالش بسخن گستری گاتہ بتازی و گہے در دری
 شعر او مہلو ز صنایع بود رونق بازار بدایع بود
 قوت بازوہ بزرگان دین حامی ارباب مقام یقین
 اچدی نہ اپنی یہ مثنوی آگاہ کے سامنے بخوض تقریظ پیش کی
 تھی۔ اس پر جو تقریظ لکھی اس کا آخری جملہ یہ تھا۔

”غرض، اس کلام مرغوب نادر الاسلوب مرامر خوبی ہا است و بوجہ
 من الوجوہ قابل اعتراض و ایراد نیست“

اسی طرح ابجدی اپنی دوسری مثنوی راغب و مرغوب کی ابتدا میں
 لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ مثنوی آگاہ کو دکھا دی تھی۔ فرماتے ہیں۔
 ایں گنج جواہر مدادی وین جوہر گنج شایگانی
 دلم بدی گہر شناسے روشن منشے گران قیامے
 کو شمع دل و چراغ دین است ہم نام امام پنجہیں است
 ذکرش بزبان حیات جانہا سرمایہ عمر جاودانہا
 باشد بدروس علم دلماد صبد گوئد نتایج یقین دان
 ان اقتباسات سے واضح ہو سکتا ہے کہ اس زمانے کے اہل علم کے
 نزدیک آگاہ کی معنی قدر اور عزت نہیں رہی ہوگی۔

آگاہ اور فخری حافظ سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری سنہ ۱۱۲۳
 ہجری میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد ماجد سید
 شریف الدین محمد خان فخری روضۃ کے قاضی تھے جو اورنگ آباد سے
 مشرق میں نہات میل پر ایک مشہور قصبہ ہے۔ فخری نے میر غلام علی
 آزاد بلگرامی و غیرہ سے ادب اور حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انہی

کے کہنے پر مہرِ بان تخلص اختیار کیا تھا - تصوف کی طرف زیادہ میلان تھا - کم عمری ہی میں انہوں نے اپنے ماسون مولانا فخرالدین سے بیعت کر لی تھی - اور فخری اپنا تخلص اختیار کیا - آگے چلے وہ اسی نام سے مشہور ہوئے اور ان کا خاندان آج تک اس نام سے مشہور چلا آتا ہے - فخری سنہ ۱۱۸۳ ھ میں میلپور مدراس آئے اور یہیں مدعویت اختیار کر لی سنہ ۱۱۹۳ ھ میں فن تصوف پر اصل الاصول کے نام سے ایک مددکۃ الاراء کتاب لکھی - وہ مثنوی مولانا روم کے اشعار کی بڑی دلچسپ تشریح کیا کرتے تھے -

فخری آزاد اور آگاہ کے بہت بڑے قدر دان تھے - دونوں کے درمیان خط و کتابت کی ابتدا بھی انہیں ہی کی وجہ سے ہوئی تھی - ایک ہی دونوں کے درمیان یہ دوستی بہت دنوں تک قائم نہیں رہ سکی - جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے - فخری نے آگاہ کی تحریف میں اشعار لکھے تھے - جن کا جواب آگاہ نے اپنے بعض عربی اشعار میں دیا ہے جو ان کے عربی خطوط کے مجموعے میں مذکور ہیں -

جب سنہ ۱۲۰۳ ھ میں فخری کا انتقال ہوا تو آگاہ نے ان کی وفات

کا حسب ذیل تاریخی قطعہ لکھا -

فخری کہ در مشائخ دوران عدیل او ہرگز نہ کرد جلوہ در آئینہ شہود
از مرد مہری تن افسردہ گشتہ تنگ در سیر اوج جان پر پرواز و اکشود
بودم بفکر رحلت او کز صریر کاک خورد این فغان بگوش دلم لانظیر چود
سنہ ۱۲۰۳ ھ

شیعہ سنی کشمکش شیعوں اور سنیوں کے درمیان شروع ہی سے مذہبی اختلاف چلا آ رہا ہے - کوئی دور بھی ان دونوں فرقوں کی آپس کی کشمکش سے خالی نہیں رہا - مگر آگاہ کے زمانے میں یہ جھگڑا بہت بڑھ گیا تھا اور بہت ہی ناگوار صورت اختیار کر گیا تھا مدراس اور ویلور میں بہت سے شیعہ آباد تھے اور ان دونوں

جگہوں پر مذہبی بحثیں چھڑی ہوئی تھیں۔ شیعوں کی طرف سے میر غلام حسنین جو دت اور سنیوں کی طرف سے خواجہ رحمت اللہ اور ان کے شاگرد خواجہ کمال الدین ان مذہبی بحثوں میں بہت زیادہ حصہ لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حافظ امین الدین احمد خان بہادر انٹرویو سنہ ۱۱۹۵ھ اور میر غلام حسنین جو دت کے درمیان ایک مناظرہ بھی ہو گیا تھا۔ جس کی تفصیل خود آگاہ اور دوسرے حضرات کی کتابوں میں ملتی ہے۔

آگاہ بطورنا صالح پسند واقع ہوئے تھے۔ وہ ان بحثوں میں عملی طور پر کبھی حصہ نہیں لیا کرتے تھے۔ جس طرح بہت سے سنی ان کے شاگرد تھے اسی طرح بہت سے شیعہ بھی ان کے شاگرد تھے وہ دونوں کی ضروریات کے پورے کرنے میں ہمیشہ یکساں مہم و معاون ہوئے تھے۔ چونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت معاویہ باغی تھے اور حضرت علی کے خلاف ان کی لڑائی کسی اجتماعی غلطی کا نتیجہ نہیں تھی اس لئے اکثر لوگ ان کو ذمہ شیعہ ہی تصور کرتے تھے۔ ٹو اکثر قسم کے سنی اکثر اپنی نجی صحبتوں میں یہ شبہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ شخص شیعوں کا اتنا حامی کیوں ہے؟ ضرور ہے کہ اندرونی طور پر شیعہ ہو مگر اس کے اظہار کرنے سے قہر آتا ہو۔ نواب محمد علی والا جاہ کے دوسرے فرزند نواب امیرالامرا کی مدارالمہامی کے زمانے میں یہ شیعہ سنی بحثیں کوئی ناگوار صورت اختیار نہیں کر سکتی تھیں۔ کیونکہ وہ سنیوں اور شیعوں کو اپنی حد سے آگے بڑھنے نہیں دیتے تھے۔ لیکن جب سنہ ۱۲۰۳ھ میں نواب امیرالامرا کا انتقال ہو گیا تو بعض نا عاقبت اندیش شیعوں نے تیرا بازی شروع کر دی۔ خواجہ رحمت اللہ کی تاریخ و ذات تحبیبہ کے ساتھ ”سگ خمیٹ“ لکھی اور چونکہ خواجہ موصوف سے آگاہ کو بڑی عقیدت تھی اس لئے آگاہ کو

بہت بڑا رنج پہنچا۔ مگر دو چار سال بعد سنہ ۱۲۰۷ھ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے آگاہ کو شیعوں کے خلاف قلم اٹھانا پڑا۔

آگاہ سے ان کا ایک شیعہ شاگرد ان کی مملوکہ کتاب الہلہ والنحل مانگ لے گیا تھا۔ اس نے اس کو ایک سال تک اپنے پاس رکھا اور پھر اس کو ایک دن واپس کر کے مچھلی بندر روانہ ہو گیا چند دن بعد آگاہ نے کسی ضرورت سے کتاب دھو لی تو اس کے ایک صفحہ پر ایک حاشیہ لکھا پایا جس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق گالیاں لکھی تھیں۔ غالباً یہ مسئلہ قرطاس کے متعلق تھا۔ حاشیہ کے نیچے اس شاگرد نے اپنا نام حروف مقطعات میں لکھا تھا۔ یہ دیکھ کر آگاہ کے دل کو بیحد رنج پہنچا۔ اس کے بعد انہوں نے تمام صفحات الٹ کر دیکھے تو انہیں پتہ چلا کہ اس شاگرد نے اور دو جگہوں پر بھی اسی قسم کے حاشیے لکھے ہیں اور ہر ایک حاشیہ کے آخر میں اپنا نام الگ الگ حروف میں دیا ہے آگاہ نے محسوس کیا کہ ایسے وقت خاموشی اختیار کرنا ایک گناہ عظیم ہے۔ انہوں نے فوراً فارسی زبان میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام دفع الوسواس الخناس المعارض فی حدیث المیراث والحدیث والقرطاس تھا۔ اس میں میراث فدی اور مسئلہ قرطاس کے متعلق شیعوں کے غلط خیالات کی تردید کی

اس رسالہ کا مشہور ہونا تھا کہ شیعوں کی طرف سے ان پر لے دے شروع ہو گئی۔ آگاہ نے دوسرے سال یعنی سنہ ۱۲۰۸ھ میں اور دس رسالے لکھے اور پھر ایک مقدمہ لکھ کر اور ان کو ترتیب دے کر ایک کتاب بنادالی اور اس کا نام کتاب الرسائل فیما یتعلق بالامامة من المسائل رکھا۔ اس کتاب کا پھیلنا تھا کہ شیعوں کی طرف سے بھی مختلف رسائل لکھے جانے لگے۔ اسی اثنا میں سنہ ۱۲۱۰ھ میں نواب محمد علی والاجلہ

کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ پر ان کے بڑے لڑکے نواب عہدۃ الامرا ہندی
 نشین ہوئے۔ چونکہ وہ شیعیت کی طرف مایل تھے۔ اس لئے شیعوں کو
 بڑی اذیت حاصل ہو گئی۔ بعض لوگوں نے کھلم کھلا تبراً بازی شروع
 کر لی شیعوں میں محمد تقی نامی ایک صاحب تھے جنہوں نے منیوں کے
 سامنے قسم قسم کے شبہات پیش کر کے شروع کئے مثلاً یہ کہ حضرت رقیہ
 اور ام کلثوم جو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیباہی
 گئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں نہیں تھیں حضرت
 ام کلثوم جو حضرت علی کی صاحبزادی تھیں اور جو حضرت عمر سے
 بیباہی گئی تھیں مخصوصہ تھیں۔ یعنی حضرت عمر نے زبردستی ان کو
 اپنے نکاح میں لیا۔ خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام نحوہ بانہ منافق
 تھے اور ادھی نے تبرک سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 قتل کی سازش کی تھی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو جائز قرار دیتے تھے
 صحابہ نے قرآن مجید میں کانٹ چھانٹ کر دی ہے اور وہ آیتیں نکال دی
 ہیں جو حضرت علی کی خلافت سے تعلق رکھتی تھیں جاہل منی، ان
 خدشات کو آگاہ کے سامنے پیش کرتے تھے اور ان سے جواب مانگتے تھے
 اس طرح ان کو مجبور ہو کر جواب لکھنا پڑتا تھا۔

جب بحث مباحثے کا یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا تو طرفین سے سخت
 کلامی ہونے لگی وہ لوگ جو باہر سے آتے تھے وقتیہ طرفداری پر اثر
 آتے تھے۔ چنانچہ آگاہ کے زمانے میں شیخ بہاء الدین نامی ایک صاحب
 باہر سے آئے ہوئے تھے انہوں نے حالات کا رنگ دیکھ کر شیعوں کی
 تائید شروع کر دی مگر آگاہ کے شاگردوں نے ان کو خوب لتھاڑنا شروع
 کیا جب شیعوں نے دیکھا کہ آگاہ اور ان کے شاگردوں کا ہر ایک جواب
 پہلے سے زیادہ سخت اور مدلل ہوتا جا رہا ہے تو انہوں نے عشرۃ محرم
 میں آگاہ کو قتل کرنے کا پکارا لہ کر لیا چنانچہ آگاہ اپنے رسالہ دفعۃ
 البصیر میں لکھتے ہیں -

۱۱ بالآخر عناد و تضاد بآن رسانیدند که درصدد کشتن من افتادند
 در عشره مدرم در سال که هنگام هیجان موا دفتنه این اهل خبیث و ضلال است
 کار بند انگیزش جلوی و شورش و غوغامی شدند و در هر مدرم بایمان غلاظت
 هم عهد می بستند که بکای حال امسال این مهم را با همال نباید انداخت
 و بهر صورت بقتل فلان باید پرداخت تا آنکه ازین شورشها کادشها
 دیدم و ازین سوزنش ها کشیدم و تنگی بندهایت انجامید و کار
 با مستخوان رسید و مضمون ابیات خاقانی معاذی حسب حال این وابسته
 حیرت و دگر اندی گردید -

هر زهر که دست عالم آمیخت^۵ در جام جهان نهاده ماریخت
 هر شربت زهر کامهان ساخت خاص از پی جان ماش پرداخت
 آخر با مضطراب و تپش دل چه قرار در آخر شهر ذی الحجه
 الحرام سنه ۱۲۱۶ هجری در جناب سیده ارباب حال و مقام منبع روح و
 ریحان و مرجع اهل کشف و فتوح ، آئینه دار جهان بی همال فقر محمدی
 و پرده کشای تمثال بی مثال سر احمدی حضرت فاطمه قدسیه الخاتمه و
 الخاتمه عالی انبیا و علیها صلوات تامه و تسلیحات دایمه این رباعیات
 غرر مع رباعیات دیگر بحر ص رسانیدم و بتوسل حضرت قدسیه مستدعی
 کشف این بلیه گردیدم و دیدم آنچه دیدم -

فکان ما کان مهالست اذکره فظن خیرا و لاتمال عن الخبر،
 اس کے بعد حضرت فاطمه زهرا کی شان میں دس رباعیاں ہیں
 جن میں سے آخر کی دو رباعیاں یہ ہیں -

آنانکہ امیر هوس و پندارند از حضرت تو دور مرا پندارند
 ایس قصه پر غصه سپردم با تو تو دانی و این زمره کہ بہتان کا رند
 دل تنگم ازین حرف مراسر بہتان ہر لحظه چو دود دل خویشم پہچان
 گفتند اگر راست مرا پاداشے و رہمت غلط بدہ مزارے ایشان

اس قریب کے بعد آگاہ کی بلاؤں کے دفع ہونے کی یہ صورت
 ہوئی کہ ۲ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۶ ہجری کو نواب عہدۃ الامرا کا انتقال
 ہو گیا۔ ان کی جگہ پر ان کے لڑکے تاج الامرا علی حسین خان بہادر
 کو مسند نشین ہونا چاہئے تھا۔ مگر انگریزوں نے ان کی جگہ پر نواب
 امیر الامرا بہادر مرحوم کے فرزند نواب عظیم الدولہ کو گدی پر
 بٹھا دیا۔ ان کے دل میں آگاہ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اس کے
 علاوہ وہ سنی تھے۔ اس لئے اب کوئی بھی آگاہ کو کچھ تکلیف پہنچانے
 کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ آگاہ نے سب سے پہلے نواب عظیم الدولہ
 کے دربار میں پہنچ کر انہیں مبارکباد دی۔ اور اس طرح نو سال سے جو
 مسلسل جھگڑا چلا آ رہا تھا۔ یک لخت ختم ہو گیا۔ چھ مہینوں کے
 بعد تاج الامرا کا بھی انتقال ہو گیا۔ آگاہ نے اپنی وفات سے ایک سال
 پہلے سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں اپنے تمام رسائل کو یکجا کیا جن کی کل
 تعداد بارہ تھی ان سب پر المقدمة الخاقیۃ لجمیع الرسائل الرایحۃ
 کے نام سے ایک نیا مقدمہ لکھا اور چار جلدوں میں اس کو دوبارہ
 مرتب کیا۔

آگاہ کے ایک شاگرد سید محمد کریم حسینی نقوی نے بیان کیا ہے کہ
 کس طرح اس مناقشہ کی ابتدا ہوئی اور کس طرح اس کا سلسلہ آگے
 بڑھتا گیا۔ اور آخر میں یہ لکھا ہے کہ یہ تمام باتیں حرف بحرف ٹھیک
 ہیں۔ اگر ان میں ذرا بھی شک ہو تو محترم حضرات سے اس کی
 تحقیق اور تصدیق کر لی جائے۔ چنانچہ وہ شیخ بہاء الدین کو مخاطب
 کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”دریں حصہ مرقومہ ہے کہ وکامت راست پر است چوں۔ اگر شے در
 ان باشد تحقیق آن از معتبران باید کرد۔ دریں صورت بر تو لازم است
 کہ تامقدار آندا رامنح کنی کہ حالامہ این گفتگوہ ہے معنی جگوارند
 و عوض آن مناقب حضرات عالیات گویند“

آگاہ اور ان کے شاگردوں کے رسائل کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً دو سال ایک ہنگامہ عظیم برپا رہا جس میں دونوں طرف سے غیر معمولی تعصب برتا گیا آگاہ کی خاص کر پچھلی تحریروں کالب و لہجہ بہت ہی سخت اور تند ہو گیا ہے۔ مگر مخالفین کالب و لہجہ اس سے بھی زیادہ سخت تھا اس لئے آگاہ کو ایک حد تک معذور ہی سمجھنا چاہئے

آگاہ اور حاجد تاج الامرا علی حسین خان ماجد نواب محمد علی والا جات کے پوتے اور نواب عہدۃ الامرا بہادر کے بیٹے تھے سنہ ۱۱۹۸ ھ میں مدراس میں پیدا ہوئے دو سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں بلا کہ ٹھہریں تھے ڈھوڑی ہی مدت میں فارسی کی اعلیٰ استعداد حاصل کر لی شعرو شاعری کی طرف توجہ ہری تو ہزاروں شعر لکھ ڈالے اور چند دن کے اندر چار ہزار اشعار کا ایک مجموعہ تیار ہو گیا یہ سب اشعار قدما کے رنگ میں لکھے ہوئے تھے ابتدا میں وہ آگاہ سے اصلاح لینے لگے جب اپنے کلام میں کچھ پختگی پیدا ہو گئی تو ان کی اکثر اصلاحوں کو قبول نہیں کیا اور بسا اوقات اپنے ہی شعر کو بحال رکھا یہ دیکھ کر آگاہ نے ان کی اصلاح سے ہاڈھ کھینچ لیا جب نواب عہدۃ الامرا کو معلوم ہوا تو وہ خود ان کو استاد کی خدمت میں لیگئے اور ان سے گستاخی متاع کرانے کی کوشش کی مگر آگاہ نے یہ کھکر ٹال دیا کہ اب ان کے اشعار کو اصلاح کی ضرورت نہیں رہی ہے ورنہ وہ ضرور تحصیل حکم کرتے ماجد نے بھی آگاہ کو اشعار دکھانا بند کر دیا اور فخریہ یہ شعر لکھا

شعر خود پیش کسے از چہ گزارم ماجد کس کمون حاجت امتان نہ انداختہ است مرا

ماجد کی شاگردی کا یہ زمانہ وہ تھا جبکہ شیخہ علماء کے ساتھ آگاہ کی رسالہ جازی ہو رہی تھی اور طرفین سے تشدد برتا جا رہا تھا ماجد نے اپنے باپ کی طرح شیعیت کی طرف مائل تھے ان کی صحبت میں بھی کچھ ایسے شیعہ حضرات تھے جو اٹھتے بیٹھتے آگاہ پر پھبتیاں کستے تھے اور ان کے اشعار کا مذاق اڑاتے تھے آگاہ کو یہ سب باتیں پہنچتی تھیں مگر وہ کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے تھے۔

نواب غلام غوث خان بہادر تذکرۃ گلزار اعظم میں لکھتے ہیں کہ خود انہوں نے عارف الدین خان روضہ سے جو ماجد کے ہم نشینوں میں تھے یہ روایت سنی ہے، وہ یہ کہ ماجد کے چالیسوں میں ذوالفقار علی خان صفائی ایک شیعہ شاعر تھا جو سنیوں کے خلاف اکثر لکھا کرتا تھا، ایک دن ماجد کے کتب خانہ سے وہ آگاہ کا دیوان نکال لے گیا اور جابجا ان کے اشعار پر اعتراضات لکھے اور پھر ایک مدت کے بعد اس کو واپس لا کر رکھ دیا،

سنہ ۱۲۱۶ھ میں نواب عہدۃ الامرا کا انتقال ہو گیا اور انگریزوں نے مسند پر تاج الامرا کی بجائے نواب عظیم الدولہ کو بٹھا دیا سرکاری کتب خانہ بھی ان کے تصرف میں آیا، نواب عظیم الدولہ نے ایک دن آگاہ کا دیوان نکالا تو اس پر قسم قسم کی حاشیہ آرائیاں دیکھیں انہوں نے اسی وقت اس کو آگاہ کی خدمت میں روانہ کیا، کہا جاتا ہے کہ آگاہ کی زبان سے یہ جملہ نکلا،

”علی حسین بزودی بچوان مرغی مبتلا می گردد و خایب و خاسر اژیں جہاں می رود“

اس پر ”چچہ مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ اسہال خودی کے عارضہ سے آذی الدجہ سنہ ۱۲۱۶ھ کو تاج الامرا کا انتقال ہو گیا،“ اس روایت کے نقل کرنے کے بعد نواب غلام غوث خان بہادر لکھتے ہیں،

”بعضے از معاصرین او نسبت ایں اصابت بذاتش می کنند و ایں حرف بد در حق او می زنند، انہ ذوالجلال اعلم بحقیقۃ الحال“

سچ ہے

صائب پیام خویش زندگیش ہے خیر
آن ہے ادب کہ خدمت برامداد می زند

اگاہ اور بحر العلوم کی جاہلی چشمہ گک ملا بحر العلوم
 ابو العیاش عبدالعلی ملا نظام الدین لکھنوی کے فرزند تھے ،
 سنہ ۱۱۵۲ ہجری میں فرنگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور
 اپنے والد ماجد سے عربی اور فارسی علوم کی تحصیل کی ،
 سترہ سال کی عمر میں تعلیم سے فراغت حاصل کر لی ، منطق ،
 فلسفہ ، کلام اور اصول میں بڑا درک پیدا کر لیا تھا ، سبب
 سے پہلے رھیلوں کے سردار حافظ الہک حافظ رحمت خان ذہ
 اپنے مدرسہ میں ان کو استاد مقرر کیا ، اور جب وہ سنہ ۱۱۸۸ ہجری
 کی جنگ میں مارے گئے تو ملا عبدالعلی رامپور چلے گئے ،
 چند دن کے بعد منشی صدر الدین نے ان کو اپنے مدرسہ میں
 آئے کی دعوت دی اور چار سو روپیہ ماہوار ان کی تنخواہ
 مقرر کی ، جنب نواب محمد علی والا جات نے ان کی قابلیت کا
 شہرہ سنا تو روپیہ بھیج کر ان کو مدراس آئے کی دعوت دی ،
 اور اپنے اعزہ و اقربا اور درباری امرا اور روسا کے ساتھ ان کا
 شاندار استقبال کیا ، ان کیلئے مدراس میں ایک مدرسہ قائم
 کیا جو اس زمانہ میں مدرسہ کلان کہا جاتا تھا ، نواب صاحب
 نے ان کو بحر العلوم کا شاہی خطاب بخشا ، علماء دربار والا جاہلی
 میں ان کا مرتبہ سب سے اونچا تھا ، وہ نواب صاحب کے
 نزدیک بہت بڑا رسوخ رکھتے تھے ، ان کی مجلس میں اکثر
 دینی مسائل پر مذاکرے ہوتے تھے ، محرم اور میلاد کی مجلسوں
 میں وہی خاصہ خواندی کے رسوم انجام دیتے تھے ، نواب محمد علی
 والا جات کے انتقال کے بعد جب عہدۃ الامرا ان کے جانشین ہوئے
 تو بحر العلوم ہی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھایا ،

عہدۃ الامرا نے ان کو ملک العلماء کا خطاب دیا ، اور اپنے عہد حکومت میں ان کی بڑی عزت اور تکریم کی ، اور ہمیشہ ان کو اپنے ساتھ رکھا ، ہر مذہبی مجلس میں ان کا ہونا ضروری تھا ، مرتے وقت عہدۃ الامرا نے بحر العلوم کے سامنے اپنے سنی عقائد کا اعتراف کیا ،

بحر العلوم کی مختلف مشہور تصنیفات ہیں ، جن میں زیادہ تر منطق اور اصول کی مشہور کتابوں کی شروح ہیں ، فقہ میں ارکان الاسلام کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے ، فن تصرف سے بھی ذوق تھا ، انہوں نے فارسی میں مثنوی مولانا روم کی ایک شرح لکھی ہے جو دولکشور کے مطبع میں چھپ چکی ہے ، بحر العلوم نے سنہ ۱۲۲۵ ہجری میں انتقال کیا اور مسجد والاجاہی مدراس کے احاطہ میں مدفون ہوئے ، ان کا مزار آج بھی عقیدت مندی کا مرکز بنا ہوا ہے ،

آگاہ بحر العلوم سے چھبہ سال چھوٹے تھے اور پانچ برس پہلے وفات پائی ، ابتدا میں دونوں کے تعلقات بہت اچھے تھے ، مگر جب بعض مسائل میں دونوں کا ایک دوسرے سے اختلاف ہو گیا تو ایک قسم کی منافرت پیدا ہو گئی ، خود آگاہ لکھتے ہیں ،

”برضایر صفا مظاهر منصفانہ ہویدا و ظاہر باد کے معزى الیہ ازبدہ ورود خود تا مدتے نسبت بایں جانب کمال توجہ و التفات داشتند و ایں جانب را نیز با ایشاں اخلاص و ارتباط متحقق بود ، اگرچہ منافیات محبت از ایشاں بکرات مجاہدہ نہود لکن گاہے لب بشکایت ایشاں دکشود و با مردمی کہ

از خشونت ایشان اشوام شکوہ ہا می کردند محذرتہا و امی نبود
و در تفصیل آن منافیات اضاعت اوقات بیش نبود و دماغ ہم
مساعدت نہی کند -

ایں زمان بگذار بر وقت دیگر ،

ایک دن بحرالعلوم آگاہ کے مکان پر تشریف لائے اور ان کے
رسالہ دفع الوسواس کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اس کو زیادہ
سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کرنی چاہئے ، اس کے بعد اس کے
نقل کرنے کی اجازت چاہی آگاہ نے اس کا ایک نسخہ ہدیۃ بحرالعلوم
کی خدمت میں پیش کیا ، پھر چند دن بعد اپنا رسالہ مقام
الحدید سید عبدالقادر خوشنویس کی محرفت روانہ کیا ، ان کے
سامنے بحرالعلوم نے اس رسالہ کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ
اس کے بہت سے مضامین ان کے ذہن سے ٹھول کرچکے تھے ، اس
کے مطالعہ سے وہ سب تازہ ہوگئے اور بعض بالکل نئے نظر
آئے ہیں ، ان کی حوصلہ افزائی سے متاثر ہوکر آگاہ نے کتاب
الرسائل کے ابتدائی چھ رسالے بھی روانہ کئے ، بحرالعلوم نے
ان کا مطالعہ کیا اور پھر پانچویں رسالہ التحقيق الانبیاء فی
بیان افضلۃ الصدیق میں چار پانچ جگہ اور چھٹے رسالہ
لب الباب فی بیان فضائل اصحاب میں دو جگہ استدراک لکھا ، جس
سے آگاہ کے دل کو ایک چوٹ لگی ، چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں ،
”حیران شدم کہ آن گرم جوشی چہ بود و ایں سرد مہری
چیست“

آگاہ نے ان استدراکات پر عین الانصاف کے نام سے ایک رسالہ
لکھا ہے جو ان کے کتاب الرسائل میں شامل ہے ، اس میں ہر

ایک استہدای اور ایراد کا چورا پورا جواب دیا ہے ، آگاہ کا کہنا یہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ ہر طرف رفض کا شور و غوغا ہے اس قسم کے غیر مفید حواشی کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی ، خواجه رحمت اللہ علیہ کے شاگرد خواجہ کمال الدین نے بحر العلوم کی خدمت میں چند سوالات لکھ بھیجے تھے ، مگر بحر العلوم نے ان کے جواب سے پہلو تھی کی تھی ، چنانچہ آگاہ لکھتے ہیں ،

” سبحان اللہ بوالحجی محزی الیہ دیدنی دارد کہ ذقائے علماء زمان خواجہ کمال الدین خاں بهشار الیہ سوالی چند نوشتند ، چنانچہ ایس جانب نیز آن فرد را دیدہ بود ؛ مشار الیہ از تحریر جوابش پہلو تھی کردند و حال آنکہ اجابت سایل ہر کہ باشد لازم وقت بود ذکیف وقتے کہ سایل عالم باشد و بے جہت بر رسالہ من مخلص حواشی نوشتند “

بحر العلوم نے اپنے شاگردوں اور دوستوں کے سامنے آگاہ کی رنگینی عبارت پر تنقید کی اور کہا کہ ان کی عبارت منشیانہ ہے اور رنگینی کی وجہ سے افلاق پیدا ہو گیا ہے ، اس کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ،

” و ایضا بحضور این و آن حرف می زدند کہ عبارت رسایل ایس جانب منشیانہ واقع شدہ و بسبب رنگینی افلاق بہر رسالہ ، سبحان اللہ فصاحت و بلاغت اسلوب نیز نزد مشار الیہ معیوب شد

آگاہ کے رسائل کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بحرالعلوم کچھ تو عہدۃ الامرا اور دربار والاجاہی کے مختلف شیعہ حضرات کی دجلوئی کی خاطر اور کچھ اس خیال سے کہ اس کشمکش میں پڑنے سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوگا حتیٰ الامکان اس بحث میں دخل دینے سے گریز کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ کسی شیعہ نے آگاہ کے خلاف غسالہ کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور کسی نے بحرالعلوم کو لاکر دکھایا تو کہا دیکھو میں نہیں کہتا تھا کہ اہل باطل کی تردید نہ کریں، اس کے متعلق تحریر کرتے ہوئے آگاہ لکھتے ہیں،

”از انجہاں آن کہ اگر کسی از رفضہ یا از ذواصب منذفضہ در جواب بعض رسائل ایس جانب غسالہ نویسد اظہار بشاشت می کنند و شہادت ایس جانب نہایند و با اقران خود بطور نیکی و خواہی و نہایند کہ ما فلاں را می گفتیم کہ تحریر رسائل در د اہل باطل خوب نیست نصیحت ما را نشنیدند آخر دیدند آنچه دیدند و از جہل مرکب نہی دانند کہ دریں مصانعت و مداخلت مرکب مفاسد پر شناعیت می شوند“ (نقشۃ البصیر)

سنہ ۱۲۱۵ ہجری میں جب کہ آگاہ کی شیعوں کے ساتھ لڑائی ٹھنی ہوئی تھی اور وہ ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے، بحرالعلوم کی اس قسم کی تنقیدیں ان کو بہت ہی جری معلوم ہوئیں، اور انہوں نے بہت تیز ہو کر محذرت نامہ آگاہی کے نام سے ایک رسالہ لکھا، اس میں بحرالعلوم کے تمام اعتراضات اور شبہات کا ایک ایک کر کے جواب دیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ اس محذرت کے پیش کرنے سے بحرالعلوم سے دلائل کا مطالبہ

کرنے کا مقصود نہیں ہے ، وہ اگر کچھ لکھنا چاہیں تو اپنے عقیدت مندوں کے افادے کے واسطے لکھیں ، آگاہ کو سبھانے کی کوئی ضرورت نہیں ،

”خلاصہ مقصود آن کے ہیں جانب مطالبہ مشار الیہ در تحریر میں دلائل ہم نہی کند اگر خواہند برامہ افادہ معتقدان خود بنویسند یا نہ نویسند ، لکن دیگر ذکر میں جانب مذکورند و میں عاصی را اگرچہ من کل الوجوہ پر معاصی است مصرف امر معروف خود سازند کہ تقوی و دیانت ایشان را مصارف دیگر وسیع تر از من بہم رسند“

جب یہ رسالہ بحرالعلوم کی خدمت میں روانہ کرنا چاہا تو ایک رئیس ماتح ہوئے اور قسمیں دلا کر کہا کہ ایسے ڈاؤن وقت میں جبکہ ہر طرف رفض کا بلوی ہے اس قسم کا قیڑ و تندر رسالہ بھیجتا اچھا نہیں ہے ، دشمن ہنسی اڑائیں گے اور پتلیں پچائیں گے کہ دو سنی عالموں میں چل گئی ،

دوسری طرف اس رئیس نے بحرالعلوم کو کہلا بھیجا کہ اپنی مجلسوں میں آگاہ کی تنقید کرنا اور ان پر چوٹ چلنا کسی طرح مناسب نہیں ہے ، آئندہ سے بالکل یہ اس سے پڑھیں کریں ، بحرالعلوم نے بھی وعدہ کیا کہ آئندہ آگاہ کے متعلق کسی قسم کا بھی کوئی تذکرہ نہیں ہوگا ،

آگاہ نے محض ان ایرادات کے رفع کرنے اور لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کمال الانصاف ، عین الانصاف اور نظم الفراید فی بعض ابیات العقاید جیسے رسائل لکھے ، اب ہم ان چاروں رسائل کی مدد سے ذیل میں بحرالعلوم اور آگاہ کے اختلافات کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں ،

آگاہ خواب امیرالامرا کے دربار میں رہتے تھے ، خواب محمد علی والا جاہ اور عبدالامرا جہادر کے دربار سے ان کا اتنا زیادہ تعلق نہیں تھا ، امیرالامرا کی وفات سنہ ۱۲۰۲ ہجری کے بعد تریخہ تعلق اور زیادہ منقطع ہو گیا تھا ، مگر چونکہ ان کے دربار میں آگاہ کے وقت تہذیب موجود تھی اس لئے وہاں کے مذاکرے کی خبر آگاہ کو پہنچتی رہتی تھی ،

آگاہ نے سنہ ۱۲۰۶ ہجری میں اہل بیت کے مناقب میں ریاض الجنان لکھی ، اس کے خاتمہ میں اہل سنت کی بدعات محرم کا تذکرہ کیا ہے ، اس زمانہ میں بعض علماء کا یہ خیال تھا کہ دسویں محرم کو دس چیزوں کا ادا کرنا سنت ہے ، اس کو خصال عشرہ محرم کہا جاتا تھا ، وہ یہ ہیں (۱) روزہ رکھنا (۲) نماز پڑھنا (۳) سرمہ لگانا (۴) غسل کرنا (۵) دو لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانا (۶) عالموں کو روپیہ پیشہ دینا (۷) دینا لباس پہننا (۸) یتیموں کو کپڑا دینا (۹) توسعہ یعنی اہل و عیال اور دوست اور اقارب کو اچھا کھانا کھلانا (۱۰) بیہار کی عیادت کرنا ، آگاہ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ روزہ اور توسعہ کے سوا باقی تمام باتیں بدعت اور بے اصل ہیں ، جب کسی نے بحر العلوم کو یہ حصہ پڑھ کر سنایا تو انہوں نے باصرار کہا کہ یہ بدعت نہیں ہیں ، اور ان کے سنت ہونے پر غنیۃ الطالبین کی جو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی تصنیف کہی جاتی ہے ، روایات پیش کیں ، آگاہ نے بحر العلوم کو ایک چٹھی لکھی اور اس میں تفصیلی طور پر یہ ثابت کیا کہ روزہ اور توسعہ کے علاوہ باقی باتوں کے متعلق جتنی روایات نقل کی

جاتی ہیں وہ تمام کی تمام موضوع ہیں ، نیز یہ بھی لکھا کہ غنیۃ الطالبین کو عبدالقادر جیلانی کی تصنیف سمجھنا غلط ہے ، قطع نظر اس سے کہ ان کی تصنیف ہونے کے ثبوت پر کوئی معتبر شہادت موجود نہیں ہے ، یہ تصنیف خود اس درجہ گری ہوئی ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس کو منسوب کرنا ان کی شان کو گھٹانا ہے ، بدرالحالوم یہ پڑھ کر خاموش ہو رہے ،

چند دن کے بعد کسی نے بدرالحالوم کے سامنے پھر یہ مسئلہ چھیڑا تو بیان کیا کہ محدثین کے نزدیک ان حدیثوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے ، اس پر کسی درجاری امیر نے کہا یہ تو آپ کا قول نہیں تھا ، آپ نے یہ مسئلہ فلاں (یعنی آگاہ) سے لیا ہے ،

آگاہ نے ریاض الجنان کے آخر میں لکھا تھا کہ اگر مدرم کے ابتدائی دس دنوں میں کسی پر غم طاری ہو جائے اور وہ تمام لذات دنیوی کو ترک کر دے تو اس کا یہ فعل مذموم نہیں ہوگا بلکہ اس کو اچھا ہی سمجھا جائیگا ، چنانچہ انہوں نے اس زمانہ کے ایک بزرگ صوفی کے احوال کو پیش کیا تھا ، آگاہ کے اشعار یہ ہیں ،

اور یہ دگتہ بوج اے جاہوش	کہ کرے گر کسی پہ غم جوش
اور وہ سب لذتوں کو ترک کرے	ناکچہ آرام پر من اپنا دھرے
بلکہ دن رات غم ستے رووے	کچھ نہ کھاوے نہ پیوے نا سووے
ہر وہ اس امر میں اچھے صادق	ہے وہ بے شک حسپن کا عاشق
ہیگا یہ امر بے گمان محسوس	دیونگا اس کو دوجہاں میں سود

تھا محمد حسین فخر زمن عالم دے نظیر ملک دکن
 جو ہے مشہور امام صاحب سے کیا لکھ اوس کے کوئی مناقب سے
 یوں ولہ حسین سے دمساز تھا بہت اوس کے تین یہ سوزو گداز
 جب محرم کا ماہ آتا تھا وہ نہ سوتا تھا ہور نہ کھاتا تھا
 بلاکے رہتا تھا گریہ میں دن رات کہے اوس سے کہ کچھ تو کھا کر بات
 بولا کیوں کھاؤں میں کہ چرخ اوپر حور و املاک شرم میں ہیں یکسر
 آخر وہ باصفا بوجہ سدید شہر بیدار منہ ہوا ہے شہید
 قدس اللہ سرہ الصافی و ہدانا لقسطہ الرافی
 بحر العلوم نے کہا کہ اس قسم کے صوفیوں کے احوال کا کیا
 اعتبار، ان کا قبول نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ اس پر آگاہ لکھتے ہیں
 ”گفتہم ایس معنی از قبیل احوال است و ادکار احوال موجب
 استنکار، تعجب از مشارایہ کہ با آذکے دم از تصوف می زندند بر
 حال ادکار می کنند“

اسی قبیل کے دوسرے مسئلے تھے جن میں بحر العلوم کو آگاہ
 سے بہت اختلاف تھا، مثلاً بحر العلوم حضرت محاویدہؒ کی خلافت
 کا مستحق سمجھتے تھے، ان کا حضرت علیؑ سے لڑائی کرنا ان کے
 نزدیک اتنا سخت جرم نہیں تھا، چنانچہ ایک مرتبہ جواب
 مہد علیؑ والاجاہ نے بحر العلوم سے دریافت کیا سنا جاتا ہے کہ
 حضرت علیؑ نے حضرت محاویدہؒ پر لعنت بھیجی اور انہیں گالیاں
 دیں، بحر العلوم نے جواب دیا، کیا مضائقہ آخر حضرت محاویدہؒ
 نے بھی تو حضرت علیؑ پر لعنت بھیجی ہے اور انہیں گالیاں دی ہیں،

ایک دوسری مرتبہ جواب صاحب نے پوچھا کہ حضرت معاویہ نے حضرت علی سے کیوں لڑائی کی اور کس واسطے خلافت کو ان کے حوالے نہیں کر دیا، پھر الجواب نے فوراً جواب دیا کہ حضرت علی نے کیوں خلافت کو حضرت معاویہ کے حوالے نہیں کر دیا، جیسا کہ حضرت امام حسن نے اپنے زمانہ خلافت میں کیا تھا، اس پر آگاہ بہت ہی برافروختہ ہو کر لکھتے ہیں، ”استغفر اللہ من اجراء هذا النقل على اللسان فانه في غاية الوهن و الضعف“ ہر نہروانی ازیں حکایت تر آید تا جبہ ضمان دیگر چہ رسد چنیس کلمات بارہ است کہ سنیاں را متہم می سازد و دل اہل حق را می گدازد“

آگاہ کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ پر کبھی لعنت نہیں بھیجی بلکہ جب صفین میں اپنے ساتھیوں کو اہل شام پر لعنت بھیجتے اور انہیں گالیاں دیتے سنا تو فرمایا تمہارا دوسروں کو گالیاں دینا مجھے سخت نا پسند ہے، اگر صرف ان کے اعمال بد کو بیان کرو تو یہ ٹھیک ہے، بلکہ اس کی جگہ پر یہ دعا کرو تو بہتر ہے اناہم احقن دماءنا و دماءہم و اصلح ذات بیننا و بینہم

آگاہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حضرت معاویہ حضرت علی کے برابر نہیں ہو سکتے، وہ ان کے برابر تو کیا ایک معمولی صحابی حضرت عبادہ بن صامت کے بھی برابر نہیں ہو سکتے جن کی مخالفت کی بناء پر حضرت عمر نے حضرت معاویہ کو بہت ہی سخت سست کہا اور فرمایا کہ ”اے طلیق جن طلیق تجھے اتنی جرات ہو گئی ہے کہ رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب سے مقابلہ اور مناظرہ کرے وہ (یعنی عبادۃ بن صامت) تجھ پر حاکم ہیں اور تو ان کا مدکوم ہے، اگر بار دیگر ان کے ساتھ مناظرہ کریگا تو مجھ سے وہ چیز دیکھیگا جو تجھ کو بہت برا لگیگا“

آگاہ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت معاویہ باغی تھے، اور چونکہ وہ صحابی ہیں اس لئے ان پر لعنت نہیں بھیجنی چاہئے، مختلف رسائل میں آگاہ نے اس مسئلہ پر کافی بحث کی ہے، اور اس پر بہت سی دلیلیں دی ہیں، بحوالہ علوم اس مسئلہ میں آگاہ سے شدت کا اختلاف رکھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ حضرت علی کے خلاف حضرت معاویہ کی لڑائی در حقیقت ایک اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھی، اور صحیح حدیث کے مطابق اگر مجتہد غلطی کرے تو بھی اس کو ایک اجر ملتا ہے، اور اگر اس کا اجتہاد ڈھیک ہو تو اس کو دو اجر ملتا ہے،

بحوالہ علوم اس مسئلہ میں بخاری کی ایک حدیث سے استدلال لیتے تھے، ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ حضرت معاویہ وتر کی دہاز ایک رکعت ادا کرتے ہیں، ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابن عباس نے جواب دیا دعاء فائدہ فقیہ، ان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ بے شک فقیہ ہیں، اور فقیہ اصولیوں کی اصطلاح میں مجتہد کو کہتے ہیں، پس ابن عباس کے قول کے مطابق حضرت معاویہ کا اجتہاد ثابت ہو گیا

آگاہ نے ان تمام حدیثوں پر تنقید کی ہے جو معاویہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور لکھا ہے کہ فقیہ کے یہ اصطلاحی معنی امام بخاری نے مراد نہیں لئے تھے، کسی شارح نے اس

لفظ کی تشریح مجتہد سے نہیں کی ہے ، آنحضرت صلعم کی وفات کے دوسو سال بعد یہ اصطلاح وجود میں آئی ہے ، صدر اول میں اس کے یہ معنی ہو گئے نہیں سہجے جاتے تھے ، نیز آگاہ نے یہ لکھا ہے کہ اصولیوں کے نزدیک بھی اس لفظ کے ہمیشہ یہی معنی مراد نہیں لئے جاتے کیونکہ ایسے فقیہ کو بھی جو مجتہد کے درجہ تک نہیں پہنچا ہے ، فقیہ ہی کہا جاتا ہے ، علماء سلف میں اکثر اسی کے قائل ہیں کہ حضرت معاویہ باغی تھے ، مگر بعض علماء متأخرین جیسے امام غزالی ، امام شمس الدین ڈھبی ، عہدالدین ابن کثیر ، شیخ ابن حجر مکی اور شیخ ابن الہمام وغیرہ نے ان کو مجتہد مانا ہے ، آگاہ نے لکھا ہے کہ علماء سلف کی ایک کثیر جماعت کی رائے کے سامنے ان کی رائے قابل قبول نہیں ہو سکتی ،

آگاہ نے اپنی کتابوں میں حضرت جامی کے اشعار سے بھی استشاد کیا تھا جس میں وہ فرماتے ہیں ،

آن خلاۃ کہ داشت با حیدر در خلافت صحابی دیگر
حق در انجا بدست حیدر بود جنگ با او خطاے مذکور بود
آن خلاف از مخالفان میسند لیکن از طعن و لجن لب در چند
بحرالعلوم اس کو نہیں مانتے تھے ، بلکہ لفظ مذکور کی تاویل کرتے تھے ، چنانچہ آگاہ لکھتے ہیں ،

یکے از عالمان دندوستان کہ درینجا بود شہیر زمان
اعتراضے بلاظ مذکور کرد شکل آن را چنییں مصور کرد
کہ معاویہ مجتہد بودہ است بہر اہراک حق بجد بودہ است
یعنی از قاتلان ذوالنورین طالب اقتصاص شد بے مین

۱۔ دے دے ملک و مال جنگ نہ ہو
 ہر کسے در اجتہاد کرد خطا
 اجتہاد علی چو بود صواب
 ہر خطائے کز اجتہاد شود
 لفظ منکر بے بیت مولانا
 ایسے بود اصل قول آن فاضل
 کردہ منضم بآں ہواشی چند
 ہر یکے زان گروہ از خامی
 آن کسے باشد مدیدش از دم کم
 نیست شایستہ ہفوتہ جہلا
 بنویسم جواب آن فاضل
 غور کن دروے از دل بے غل

اس کے پچھد نظم میں بحر العلوم کی تاویل کی تردید کی
 ہے اور لکھا ہے کہ صدر اول سے لیکر تمام ایہہ کرام حضرت معاویہ
 کی باغی مانتے آئے ہیں، تمام صوفیاء کرام کا بھی یہی عقیدہ
 ہے، صرف شیخ احمد مجدد سرہندی اس عقیدے کے مخالف ہیں،
 بحر العلوم کے شیخ احمد سے استشہاد کرنے پر آگاہ ایک طعن
 کرتے ہیں اور کہتے ہیں

عجب دیدگر آدمی آن فاضل
 اندریں حرف رائے او پیہود
 بحر العلوم نے یہ جی کہا کہ شاید جامی منکر کے لفظ

کو قافیہ کی غرض سے لائے ہوں آگاہ لکھتے ہیں
 آنچہ گفتہ کہ لفظ منکر را
 از پے قافیہ نہود املا
 سخمہ بس عجیب کرد ادا
 کہ نباشد نہایتہں پیدا

ہر ظریفہ کہہ بشنود ایس حرف منبعت گردش سرور شگرف
 غالباً اندریں زمان تعجب کہ چود قحط انبساط و طرب
 راتہ اطراب دوستان پیہود ورنہ ایس حرف را نہی پیہود
 اس کے بعد اس پر بحث کی ہے کہ حضرت جامی شاعر
 کے مسلم الثبوت استاد تھے ، ان کے متعلق یہ کس طرح خیال
 کیا جاسکتا ہے کہ ان پر قافیہ تنگ ہو گیا تھا ،

بر چندیں نخبہ سنج قدس اسنگ کے شود در کلام قافیہ تنگ
 بے تامل سخن نیاید گفت زانکہ در سرسری نشاید سفت
 آفات لکھتے ہیں کہ اگر حضرت معاویہ کو اس معاملہ
 میں مجتہد مان لیا جائے تو پھر ان کے دوسرے تمام جرائم
 کو بھی اجتہادی غلطی کا نتیجہ ماننا ہوگا ، جیسے حدود کی
 جائزے بوجہ تے جاری نہ کرنا ، حضرت امام حسین سے خلافت
 کے متعلق عہد کر کے اس کو توڑ دینا ، حضرت علی کو گالیوں
 دینا ، اور دوسروں کے ذریعہ انہیں گالیاں دلوانا اور لوگوں
 کو اس کی تاکید کرنا کہ حضرت حسین کو آنحضرت صلعم
 کے نواسے نہ کہہیں ، انصار کے ساتھ برا سلوک کرنا ، شہداء
 احد پر نہر جاری کرنا ، آنحضرت صلعم کے منبر مبارک کو
 ملک شام کے جاذب کی کوشش کرنا ، حجر بن عدی کو قتل
 کرنا ، اپنے داخل لڑکے کو اپنا جانشین بنانا ، اور مدینہ
 منورہ پر مسلم بن عقبہ مری جیسے ظالم کو مسلط کرنا وغیرہ

بحر العلوم کی ایک دلیل یہ بھی تھی کہ اگر حضرت معاویہ
 کو مجتہد نہیں مانا جائے تو ان کو فاسق ماننا پڑیگا کیونکہ
 انہوں نے جان بوجہ کر حضرت علی کے خلاف جنگ کی اور

ہزاروں کے قتل کے باعث ہوئے ، اور چونکہ فسق عدالت کے منافی ہے ، اس لئے ان کی روایت متروک ہوگی حالانکہ یہ سب کی تسلیم کی ہوئی بات ہے کہ تمام صحابہ عدول ہیں ، ان کی اس دلیل کو ذکر کر کے آگاہ لکھتے ہیں ،

”گفتیم واعجبا ثم واعجبا“ ہر چند مشارالہ عربیہ بتدریس بسر بردہ اند لیکن مطالعہ کتب ایس فن باید دہرد تا معلوم شود کہ اصحاب حدیث وغیرہم صحابہ را رضی اللہ عنہم بچہ معنی عدول گفته اند“

اس کے بعد آگاہ لکھتے ہیں کہ اس میں شبہ نہیں کہ روایت کا قبول کرنا راوی کی عدالت پر موقوف ہے ، اور عدول وہ شخص ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب اور صغیرہ پر مصر نہ ہو ، اور بازار وغیرہ میں کھڑے ہو کر کھانا پیتا نہ ہو ، صحابہ کرام میں اس قسم کی عدالت تلاش کرنا ڈھیک نہیں ہے ، ان کی روایت ہر حال میں مقبول ہوگی ، اس بات پر سب کا اتفاق ہے ، یہ نہیں کہ صحابی سے ایک مرتبہ یا کئی مرتبہ مصیبت سرزد نہ ہو ، کوئی محدث بھی صحابہ کی عدالت کی یہ تفسیر نہیں کرتا ،

اس کے بعد مختلف حدیثوں سے اپنے دعوے کو ثابت کیا ہے ، اور لکھا ہے کہ حضرت مجاہد اور حضرت عمر و بن العاص اور ان کے مانند دوسرے صحابہ کی ، جن کی مجموعی تعداد تقریباً دس ہے ، روایت مقبول ہے ، اگرچہ ان سے غیر اجتہادی غلطیان صادر کیوں نہ ہو ،

آگاہ کو بدحوالہ سے یہ شکایت تھی کہ ایک ایسے وقت جبکہ رفض کے بلوے کی وجہ سے ان کی زندگی تنگ ہوگئی

ہے اور ان پر جسمانی ضعف غالب ہو گیا ہے ، ان کی حدود
 کریمین الٹا ان سے سووڑوں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے
 خرد آگاہ لکھتے ہیں ،

”دریں جا صاحبان انصاف کنند کہ در چنین زمان فساد
 عنوان ہجو من ضعیفہ برد مبتدعان پردازد و مشارالینہ دم
 از ملک الحلام و تقوی و پارسائی زندہ پس بجای اعانت من
 با بہار رد بر من پردازند و اگر احیانا خللے در لفظ یا معنی
 می دیدند بسبیل اخفا بمن آگہی می دادند تا آن را درست می
 ساختم و حال آنکہ عبارات مرقومہ مشارالینہ و ہمہ بیش نیست “
 آگاہ نے تاریخ ابن کثیر پر چند حواشی لکھے تھے ، اور غالباً
 یہی مسئلہ زیر بحث تھا کہ حضرت علی کے خلاف معاویہ کی
 لڑائی ایک اجتہادی غلطی کا نتیجہ تھی ، جسراہلوم نے عوام کہ
 درمیان اس کا چرچا کرنا شروع کیا اور ان کی عیب جوئی شروع
 کردی ، چنانچہ آگاہ لکھتے ہیں ،

”ایں جانب بر ملاحظہ بسیار از تاریخ ابن کثیر حواشی عربیہ
 نوشتہ کہ آن را کسی غیر عالم نداند ، مشارالینہ را کدام ضرورت
 داعی بود کہ آن را بین الحوام شایع سازند و ذریعہ بد گزینی
 و عیب جوئی بن نہایند و ایں ہم نیست کہ بکہ حیثیت ہم
 مٹھی خود ملالہ ہم رسالہ باشند چنانچہ بوجہ آذکہ رد قول
 ابن نجیم را در رسالہ فضلیت دیدند محبت و ارتباط پیشین
 را رد نمودند و حال آنکہ ایں جانب ایں قسم مناقشہ در رسائل
 مذکورہ و کشف الخطایا مولانا سعدالدین گفتارانی وغیر او چنانکہ
 درب اہل علم است کردہ و ابن کثیر خود شافعی المذہب است “
 آگاہ نے اپنے محضرت نامہ کو اس شے سے ختم کیا ہے

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیار است

آخری چند سال آگاہ نے اپنی عمر کے چند سال کچھ اطمینان اور سکون کے ساتھ گزارے سنہ ۱۲۱۶ ھ میں نواب عظیم الدولہ کی خدمت نشینی سے شیعیت کی آندھی کچھ کم ہو گئی تھی ، آگاہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے تھے ، غیر معمولی محنت اور افکار کی وجہ سے ان کے قوائے جسمانی بہت کم زور ہو چکے تھے ، وہ صرف چار سال زندہ رہ سکے ، اس مختصر مدت میں ان کی زندگی کا کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ملتا ، البتہ انہوں نے اپنے ایک دوست بہرام جنگ کی وفات پر تاریخ لکھی ، وہ قاضی شیخ محمد تلمسانی کے فرزند تھے ، آشکار اپنا تخلص کرتے تھے ، ان کا اصلی نام محمد عبداللہ خاں تھا ، نواب محمد علی والajah نے قادر دواز خاں اور نواب عبدالامرا نے بہرام جنگ کا خطاب دیا تھا ، سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں مدراس میں وفات پائی ، آگاہ کی لکھی ہوئی تاریخ یہ ہے ،

آہ چوں بہرام جنگ اندر شتاب گشتہ از تن دور شد با روح جفت
سال تاریخ رحیلش را سروش روح او در روح و ریحان شاد گشت
سنہ ۱۲۱۹ ہجری

آگاہ کی وفات آگاہ نے ۱۲ ذوالحجہ سنہ ۱۲۲۰ ہجری کو پنجشنبہ کے دن وفات پائی ، گھر ہی کے احاطہ میں ان کو دفن کیا گیا ، ان کی قبر میلاپور کے راستہ میں ابھی تک موجود ہے ، ان کے مدد کے بعد کئی حضرات نے تاریخ وفات کہی ، مولوی محمد غوث شرف الہلک بہادر نے ”قدمات فرد العصر“
سنہ ۱۲۲۰ ہجری

کے فقرہ سے ان کی تاریخ وفات نکالی ہے۔ شرف الملک بہادر آگاہ
کے بھتیجے محمد صفی الدین ناصر کے خسر تھے اور اس وقت
کرنٹنک کے مدار الہام تھے۔

آگاہ کے ایک شاگرد نے، جن کا نام میر مبارک اللہ خان اور
تخلص راجب تھا، حسب ذیل تاریخ وفات لکھی ہے،
سروشمر سال فوتش گفت بالآہ بغردوس معلی رفتہ آگاہ
سنہ ۱۲۲۰ ہجری

دوسرے ایک صاحب نے عربی میں حسب ذیل تاریخ کہی ہے،
قیل لی نجم بہدراں غرب ارخت بحالا باقر العلم ذهب
سنہ ۱۲۲۰ ہجری

جناب سید ابو طیب والا نے حسب ذیل تاریخ وفات کہی تھی
چو رخت از دار دنیا بست آگاہ دریغا را دریغا وا دریغا
پہ تاریخ آن از درد جانکاہ نمودم سر بجیب فکر والا
پگفتا از سر مادر سروشمر فآہا ثم آہا ثم آہا
سنہ ۱۲۲۰ ہجری

اولاد آگاہ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے شاید
ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جو سنہ ۱۱۸۵ ہجری میں چند دن
بیمار رہ کر وفات پا گیا۔ اس کے چند دشمنوں بعد بیوی بھی
وفات پا گئیں اور پھر ان کا بھائی بھی انتقال کر گیا۔ ان پہ درپہ
حادثات کی وجہ سے آگاہ پر ایک دلی افسردگی چھا گئی تھی۔ نواب
امیرالامرا اور نواب محمد علی والا جہ کے اصرار پر آگاہ نے نیلور
میں ربیع الاول سنہ ۱۱۸۵ ہجری میں دوسری شادی کی۔ اس کا
تذکرہ انہوں نے اپنے ایک عربی خط میں کیا ہے جو انہوں نے
غلام علی آزاد کو لکھا ہے شاید انہی کے بطن سے ایک لڑکا جعفر اور ایک

لڑکی کنیز فاطمہ پیدا ہوئی تھی - آگاہ کے عربی مکتوبات پر جعفر بن باقر کی مہر ملتی ہے آگاہ کی مشہور کتاب ہشت بہشت کا ایک نسخہ کاتب خانہ اہل اسلام و اجناد روڈ مدراس میں ہے ، یہ سنہ ۱۲۶۲ ہجری کا چھپا ہوا ہے ، اس کی آخری عبارت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر صاحب قبلہ نے اس نسخہ کی تصدیق کی تھی ، اور سید احمد نبیست باقر آگاہ نے اپنے اہتمام سے اس کو چھپوایا تھا ، یہ جعفر باقر آگاہ ہی کے صاحبزادے تھے ، آگاہ نے اپنی کتاب روضۃ الاسلام اپنی لڑکی کنیز فاطمہ کے لئے لکھی تھی محمد واصف مدراسی کے تذکرہ حدیقۃ الہرام میں مولوی حافظ محمد حسین کا نام ملتا ہے جو باقر آگاہ کے داماد تھے - بہت ممکن ہے کہ آگاہ کی لڑکی کنیز فاطمہ انہیں سے بیاہی گئی ہو - اور غالباً سید احمد مذکور انہیں کنیز فاطمہ ہی کے اولاد سے ہیں تذکروں میں صفی الدین محمد خاں بہادر کا نام آتا ہے ، ان کا تخلص ناصر تھا ، یہ آگاہ کے بھتیجے تھے اور ان سے تعلیم حاصل کی تھی ، صفی الدین کے ایک لڑکے کا نام مرتضیٰ تھا اور ان کے بیٹے کا نام حبیب اللہ تھا ، اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہو سکا ،

ذاتی اوصاف آگاہ کا سب سے بڑا ذاتی وصف ان کا استغنا ہے ، اور قادری حلقہ میں داخل ہوجانے کے بعد تو ان کا یہ وصف بہت زیادہ ترقی کرچکا تھا ، وہ کسی امیر یا رئیس کی مدح یا تحریف کرنا یا ان سے شاعرانہ صلیے اور عطیے حاصل کرنا اپنی عزت و فخر کے منافی سمجھتے تھے ، امیرالامرا سے ان کو بڑی مہربانی تھی اور وہ بھی آگاہ کی بڑی قدر کرتے تھے ،

تاہم آگاہ کے دیوانہ ہیں کوئی قصیدہ امیرالامرا یا نواب محمد علی
 والاجہ کی شان میں نہیں ملتا ، اجمعی ملک الشجرہ دربار والاجہ
 کے عہد سے سرفراز تھے ، انہوں نے نواب محمد علی والاجہ
 اور امیرالامرا کی شان میں بہت سے قصیدے لکھے تھے اور صلہ
 حاصل کیے تھے ، آگاہ کو اگرچہ ملک الشجرہ کا درجہ حاصل
 نہیں تھا ، مگر نقد سخن میں وہ اجمعی سے بدرجہا بڑھے ہوئے
 تھے ، اس کے باوجود انہوں نے اس قسم کا کوئی مدحیہ قصیدہ
 نہیں لکھا ، بلکہ تذکروں میں آقا ہے کہ جب نواب
 عظیم الدولہ بہادر کی ولادت کے بعد آگاہ نے ایک قطعہ تاریخ لکھ
 کر امیرالامرا کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو بہت
 پسند کیا ، اور خوش ہو کر کہا کہ وہ آگاہ کو شاہی صلہ سے
 سرفراز فرمائیں گے ، اتنا سنتے ہی آگاہ پر افروختہ ہو گئے اور
 اسی جگہ قطعہ تاریخ کا پرزہ چاک کر دیا اور کہا

” ایسے سخن از آفتاب بسیار عجب است کہ مرا در جرگہ
 شعرا داخل فرمودند “ (تذکرۃ صبح وطن)

آگاہ کے اکثر قصائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
 سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں پائے جاتے ہیں ،
 اپنے مدحیہوں یا استادوں میں سے انہوں نے صرف اپنے شیخ
 سید ابوالحسن قریبی قدس سرہ اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ
 عبداللطیف ذوقی اور نیر میر غلام علی آزاد بلگرامی کی مدح
 کی ہے ، اور ظاہر ہے کہ یہ مدح کسی دنیاوی لالچ اور مال و
 دولت کی غرض سے نہیں بلکہ اس عقیدت و محبت کی بناء
 پر تھی جو آگاہ کو ان بزرگوں کے ساتھ تھی ، آگاہ نے اپنی ہر

ایک مشنری کے آخر میں خدا سے دعا کی ہے کہ انہیں کسی کا محتاج نہ بنائے ، بعض قصابیہ میں بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے ، چنانچہ ایک عربی قصیدہ کے آخر میں کہتے ہیں ،

ادفَع عَیْیِدَکَ یَا مَوْلَاکَی مَرْحَمَۃً مِنْ شَرِّ ذَہْرِ غَدَا بِالْجَوْرِ یَرْمِیۃً
لَا تَحْوَجِیۡنِیۡ اِلَی ذِی مَنَصَبٍ اِیۡدَا وَ اِنَّ اَنْ شَمَّتَ یَا مَوْلَایَ تَغْنِیۡہِ

یعنی اے میرے آقا اپنی مہربانی سے زمانے کے تمام مظالم سے جس دم اس کو اپنے تیروں کا نشانہ بنالیا ہے ، اپنے بندے کو محفوظ رکھ ، اس کو ہرگز کسی منصبدار کا محتاج مت بنا اور اگر تو چاہے تو اے میرے آقا اس کو اس منصبدار سے مستغنی کر سکتا ہے ، فارسی اور اردو میں بھی اس قسم کے بہت سے اشعار ہیں ، جن کو طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے ،

دروٹ اور ہمدردی آگاہ فطری طور پر بامروت اور ہمدرد

تھے ، سعدی کے اس مقولہ پر ان کا عمل تھا ،

با دوستان تلافی با دشمنان مدارا ،

وہ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش آتے تھے ،

امیرالامرا کے نزدیک ان کا بہت بڑا رسوخ تھا ، اکثر لوگ امیرالامرا تک پہنچنے کیلئے انہی کو وسیلہ بناتے تھے اور ملازمتیں اور شاہی عطیے اور انعامات حاصل کرتے تھے ، بیرون ہند کے علماء کی وہ بڑی آؤ بھگت کرتے تھے ، اور امیرالامرا سے ان کو عطیے دلواتے تھے ، ایک مرتبہ حضرموت سے سید محمد زین نامی ایک مشہور عالم مدراس آئے ، ان کی علمی شہرت کی بناء پر نواب محمد علی والا جاہ نے ان سے ملاقات کی ، آگاہ نے امیرالامرا کے سامنے ان کی بڑی تحریف کی ،

، چٹانچہ وہ ان کو ساتھ لیکر ان سے ملنے گئے ، اسی طرح جب شاہ اتفاق دہلی سے مدراس آئے تو امیرالامرا آگاہ کو ساتھ لیکر ان کے پاس گئے اور خواب محمد علی والا جانے کے حکم سے ایک ہزار ہون ان کی خدمت میں نذر کئے ، امیرالامرا نے آگاہ ہی کی سفارش پر محمد عنایت اللہ خوشنویس کو اپنے لڑکے خواب عظیم الدولہ کا اقلیتی مقرر کیا ، آگاہ کے ایک شاگرد امداد علی امداد نے اپنے وطن بلگرام سے امیرالامرا کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھ کر آگاہ کی خدمت میں روانہ کیا جنہوں نے خود ہی پڑھ کر خواب صاحب کو سنایا اور پان سو روپیہ شاہی صلہ لیکر بخیریت ہندوئی اپنے شاگرد کو روانہ کیا ،

شیعوں سے بے رخی آگاہ کے شاگردوں میں سنی اور شیعہ دونوں تھے ، انہوں نے ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی ، ہر ایک کے ساتھ انہوں نے اچھا سلوک کیا ، اور شیعہ سنی جھگڑوں کے شروع ہونے تک سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا ، لیکن اس جھگڑے کی وجہ سے جاذبین کے درمیان اتنی تلخی پیدا ہو گئی تھی کہ آگاہ ایرانیوں اور شیعوں سے کھل کر بات چیت نہیں کرتے تھے ، چٹانچہ کہا جاتا ہے کہ جب مرزا محمد صادق خاں کو کب ایرانی سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں ایران سے مدراس آئے تو وہ آگاہ سے ملنے گئے ، بات چیت کے ختم ہونے کے بعد جب وہ وہاں سے لوٹے تو آگاہ دستور کے مطابق انہیں رخصت کرنے کیلئے ڈیوڑھی تک نہیں آئے ، اس کی وجہ سے کوکب نے دلی رنج محسوس کیا ، انہوں نے اپنے رفقاء سے کہا کہ یہ شخص مولوی ہے ، پھر بھی ہمیں رخصت کرنے کیلئے ڈیوڑھی تک کیوں نہیں آیا ،

شیعوں کے متعلق آگاہ کی تحریریں اور رباعیات تیسرے
دشتر سے بھی زیادہ تیز ہوتی تھیں ، شیعوں کے خلاف لکھتے
وقت ان کا لہجہ جہنت ہی تند ہو جاتا تھا ، ایک جگہ آگاہ
نے لکھا ہے کہ اس کا باعث شیعہ ہی ہیں ، اگر ان کے اندر
تعصب ہوتا ، جیسا کہ ان پر الزام دھرا جاتا ہے ، تو وہ اپنی
شوکت اور قوت کے زمانہ میں شیعوں کی بیخ کنی کر دیتے
تھے ، چنانچہ خود ہی کہتے ہیں

” لیکن جہتے از شجاعت اظہار خدشات لطایل و گفتگوهای
بہ صرفہ لا حاصل کشاں کشاں بایں تقریر و تحریر آوردند ،
ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں ،

” اگر از طرف شما اول ایں شور و غوغا دکان اظہار نہی
آراست ازین طرف ہم صدای وندایہ بر نہی خاست ، مضمی مامضی ،
الحال ہم ببصداق السکوت اسلام کار بندید و گفتگوہ مذکور را
بگذارید و عوض آن در دشر مناقب حضرات ائمہ قدسی مناصب
کہ متفق علیہ فریقین است پردازید و احراز اجور و بہبود
دارین دہانید و اگر ازین امر دل پنخیر نیز سرتابی کشید
خود را آمادہ مباحثہ سازید و درین باب جلیت و لعل نہ پردازید “
تبصرہ کلیہ آگاہ نے سارا علم کسی استاد کی مدد کے بغیر
حاصل کیا تھا ، چنانچہ خود ہی کہتے ہیں ،

میرا علم بہ شک خداداد ہے
معلم کی منت سے آزاد ہے ،

انہوں نے محض ذاتی مطالعہ سے ہر ایک فن میں تبصرہ پیدا کیا
تھا ، تفسیر و حدیث و فقہ اور ادب و تصوف میں ان کو کمال

حاصل تھا، عربی، فارسی اور اردو پر ان کو پوری قدرت تھی،
 نقد شعر میں ان کے برابر کوئی نہیں تھا، ان کے فیض
 تربیت سے ان کے کئے شاگردوں نے بڑا نام پیدا کیا، تذکرہ
 گلزار اعظم میں ہے،

”عالمہ بفیض تربیتش استعداد شان بہم رسانیدہ در
 امثال و اقران دامی و موجد پر آمدند و بکمالات رایتہ و مقامات
 فایتہ فایز گردیدند، غنچہ طبع اکثرہ از سخن سنجان والا فطرت
 بہ نسیم اصلاح آن بہار آرام چمن خیال شگفتہ و ثمر افکار
 معنی پروران معجز منزلت بآبیاری عنایت آن نخلبند حدیقہ
 کمال پختہ گلستان معانی رنگین بہر شمع ابر دریا بار طبیعت
 فیض طویتش سراسر سیراب و بوستان مضامین دل نشین
 با ہتزاز ہوامہ انداس تقدس اساسش یکسر شاداب لراقتہ،

بندہ را طاقت آن نیست کہ سازد و صفہ
 از کمالات خدا دادہ آگاہ رقم

نتائج افکار کا مصنف ان کے متعلق یوں رقم طراز ہے،
 ”ذات ہمایونش بحلیہ فضایل و کمالات آراستہ بود و وجود
 باجودش بفنون عجیبہ و غریبہ پیراستہ، سر دفتر ارباب
 فضل و کمال، سر حلقہ بلند طبعان خوش خیال، صاحب تصنیفات
 متاثرہ و کمالات باہرہ، مرد میدان سخنوری، و شمع ایوان نظم
 گستری، الحق در خیابان کردائیک همچو وہ سروے سرحدہ برکشیدہ
 و از گل زمین مدراس مثل او گلے رنگ افروز نگردیدہ بطبع نقاد
 داد سخن پردازی در دادہ و ابراب فیوض نا متناہی بر روے طالبان
 اپنی فن کشیدہ،“

محققولات اور فلسفہ سے بے تعلقی آگاہ کر حدیث

و فقہ، سیر و تاریخ اور ادب سے ایک فطری لگاؤ تھا، اگرچہ
محققولات اور فلسفہ کا علم ان کیلئے کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا
مگر ان کو ان سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی، چنانچہ خود ہی
کہتے ہیں،

غرض در علوم فروع و اصول خدا کی عنایت سے ہوں جا حصول
نہیں فلسفہ کا مجھے کچھ بھی پاس و گرنہ وہ کیا چیز ہے میرے پاس
ایک جگہ ناقدری زمانہ کی شکایت کی ہے اور اپنے زمانہ
کے علماء پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ ان کو حدیث و سیر سے
کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے، ان کا خطاب زیادہ تر بحوالہ علوم
کی طرف تھا، چنانچہ تحفۃ الاحباب میں تحریر لکھتے ہیں،

”اکثر علماء ہندوستان ان کتابوں (یعنی کتب سیرت) کو
پڑھتے نہیں ہیں بلکہ وہ تمام دن رات محققولات میں مشغول
رہتے ہیں، جب اس ملک کے علماء کا حال یہ ہے تو عوام کو
حضرت صاحبہ رضی اللہ عنہم کے احوال سے کیا خبر“

مشرب آگاہ مشربا قادری تھے، انہوں نے حضرت سید شاہ

ابوالحسن قریب قدس سرہ سے قادریہ سلسلہ میں بیعت کی تھی،
اور ان سے تصوف اور سلوک کی تعلیم حاصل کی تھی، وہ ہمیشہ
اپنے نام کے ساتھ قادری لکھتے تھے، حضرت سیدنا عبدالقادر
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو غیر محبوبی عقیدت تھی،
اس کا اظہار ان کی کتاب محبوب القلوب سے ہوتا ہے اس کے آخر

میں حضرت محبوب سبحانی کی تعریف میں دو قصیدے ہیں، اس کا ہر ایک لفظ سچی عقیدت سے بھرا ہوا ہے، ہر ایک مثنوی میں حمد و ثنات اور معراج کے ذکر کے بعد حضرت عبدالقادر جیلانی اور حضرت قریب کی مدح کی ہے، اور ہر کتاب اور رسالہ کا خاتمہ بھی حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کے نام سے کیا ہے،

اس عقیدت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ قادری طریقت میں آنے کے بعد آگاہ کا دل انوار اور تجلیات سے بھر گیا تھا، اور زندگی کی کئی منزلوں میں ان کی وجہ سے دلی اطمینان اور سکون حاصل ہوا، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ جنوبی ہند میں قادریہ طریقت کے پیروں ہی نے اسلام کو پھیلایا تھا، اور انہی کے ذریعہ یہاں اسلام کو فروغ ہوا، اس لئے بطور اظہار تشکر ربیع الثانی کے ابتدائی گیارہ دنوں میں بڑے جوش عقیدت کے ساتھ مجلسین منعقد کی جاتی ہیں اور ان میں حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بتیان کیے جاتے ہیں، شریعوں کو دکھانا کھلایا جاتا ہے، آگاہ نے محبوب القلوب کے آخر میں اس کی تاکید کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں

”اے بھائی جان اس رسالہ کو ہمیشہ وردِ فکر مخصوصاً ربیع الآخر کے مبارک مہینے میں گیارہ دن تک دن رات اس کو پڑھ اور دوسروں کو سنا اور جس قدر تجھے مقدور ہے، صدق

شوق سے کچھ پکا کر صلا و فقرا کو کھلا تاحق سبحانہ و تعالیٰ
تجھے اور ان کو برکات بے نہایت عطا کرے ، کیا واسطے کہ
ذکر خیر محبوب درگاہ کا عین ذکر حضرت حبیب اللہ ہے ،
صلی اللہ علیہ وسلم ”

مسلمک آگاہ مساکا شافعی تھے ، اور اپنے نام کے ساتھ شافعی
لکھا کرتے تھے ، لیکن دوسرے مساکوں کے ساتھ انہیں کوئی
تخصیب نہیں تھا ، ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا ، وہ ہر ایک
کے نقطہ نظر اور دلائل کو اچھی طرح جانتے تھے ، وہ نرم
مقابلہ نہیں تھے ، بلکہ کئی جگہ اپنے مسلک کے عالموں سے بھی
اختلاف کیا ہے ، حافظ عہد الدین ابن کثیر شافعی تھے ، اس کے
باوجود آگاہ نے ان کے خلاف اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں ، ان کے
زمانہ میں حنفیوں اور شافعیوں کے درمیان حد درجہ تخصیب
تھا ، آگاہ اس کو سخت نا پسند کرتے ہیں ،

” و دریں دیار بسیار از قوم لبیولو بہشت سواحل بحریت
چہ شافعیہ و چہ حنفیت باہم تخصیب مضط' گذارند و بجانب داری
منازعت روزها مساجد را محط می گزارند اعاندا اللہ تعالیٰ من
التخصیب و سایر الشرور و ارزقنا اتباع السنۃ الہدوفۃ بالانور ،“

(کتاب الرسائل - رسالہ دوم فصل دوم)

تصنیفات آگاہ نے عربی ، فارسی اور دکنی میں بے شمار
کتاہیں لکھی ہیں ، ان کی کل تعداد تین سو تیس اور محبوب

القلوب کے پہلے صفحہ پر پانسو پیچپن بتائی گئی ہے ، تذکرۃ گلزار اعظم میں ہے ،

” اوقات عزیزۃ خود را بتالیف و تصنیف کتب فنون جداگادہ نظم و نثر در زبان عربی و فارسی و ہندی مصروف گردانید جملہ تصانیف او در السنۃ ثلاثہ از روز حساب ابیات زیادہ از

پنجادہ ہزار است ، ہر یکہ ازانہا مشہور و برگزیدہ روزگار ،

اگر ابیات کا حساب کیا جائے تو تین سو تین یا پان سو پیچپن کی تعداد بالکل مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے ، ہم ٹیل میں ادبی تصانیف کا ذکر کریں گے ، جن کے نام اور حالات کا مختلف کتابوں سے پتہ چلتا ہے ، سہولت کی خاطر ہم ان کو زباندوں کے لحاظ سے تقسیم کرتے ہیں اور ان پر علحدہ علحدہ بحث کرتے ہیں ،

عربی تصانیف آگاہ عربی کے مسلم الشیوخ استاد تھے ، اس زبان پر ان کو پوری قدرت حاصل تھی ، انہوں نے کئی جگہ اپنی اس قابلیت پر فخر کیا ہے ، ایک جگہ لکھتے ہیں ،

میری نظم داکش کو وہ فیض ہے کہ اس سے ہوا نام طاقی کا طے
ابو طیب اس خوف و ہیبت سے کیا توجہ لاف نبوت سے
میری نثر میں ہر وہ صابی صبی نظر آوے واں ابن عتبی غبی
گر ادشا کا پانی ہے عبدالحمید والے میں ہوں خاتم بوجہ سدید
آگاہ کی جو عربی تصانیف ہم کو مل سکی ہیں ان کے
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر قدیم رنگ چھایا ہوا

ہے ، نظم میں وہ تعلقات کا تتبع کرتے ہیں اور شعر میں
 ہمدانی اور حریری کی پیروی کرتے ہیں ، ان کی عبارت مقفی
 اور مسجع ہوتی ہے ، لیکن سلاست اور روانی میں کوئی فرق
 نہیں آتا ، آگاہ کی عربی تصانیف کی ایک مختصر فہرست ذیل
 میں درج کی جاتی ہے ،

- ۱۔ تلک عشرة کاملۃ ہندیۃ ، اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ
 محبہ دیوان صاحب باغ مدراس میں ہے ، اس میں کل بارہ
 قصیدے ہیں ، ابتدائی دس قصیدے مشہور تعلقات عشر کا جواب ہیں ،
 ہر ایک کا الگ الگ نام دیا ہے ، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے ،
- (۱) نظم البصود بمدح شفیح یوم النشور ۵۲ شعر (۲)
 بشۃ المظہور بامتداح النبی المصوم ۵۱ - شعر (۲) ترویج انقلاوب
 بوصف شہايل المحبوب ۵۰ شعر (۲) استنزال السکینۃ بمنہت صاحب
 الہدیۃ ۶۳ شعر (۵) بشری الکعبیب بذکر خصایص الحبیب - ۵۲
 شعر (۶) تنفیس الكرب و الشجون بتوصیف صفوة الکاف و النون
 ۶۶ شعر (۷) تشویق المہشوق بالمتاع الی بدر ثنیات الوداع ۶۳ شعر
 (۸) نجع مامول الضہیر فی الثناء علی البشیر النذیر ۵۰ شعر (۹)
 الزہر البسیم فی منقبۃ الروف الرحیم ۵۸ شعر - (۱۰) عبودۃ الخدۃ
 باطراد من ہو رحبۃ مہدۃ ۴۴ شعر -

ان کے علاوہ دو قصیدے حضرت محبوب سیدانی کی مدح میں
 ہیں ، جن کے اشعار کی تعداد ۴۶ اور پچاس ہے ، ہر قصیدہ کے
 بعد آگاہ نے مشکل اور مخلق الفاظ کی شرح کردی ہے ،

اجتہاداتی سات قصیدے سنہ ۱۱۹۵ ہجری میں تصنیف ہوئے تھے

باقی تین قصیدے اس سے کئی سال پہلے نظم کیے جاچکے تھے ،
آگاہ نے ان دس قصیدوں کو ملا کر تلک عشرۃ کاملۃ ہندیۃ کا تاریخی
نام دیا ہے ،

نہودت کے طور پر اس کے چند اشعار ذیل میں نقل
کیے جاتے ہیں ، حضرت عبدالقادر جیلانی کی مدح کرتے ہوئے
کہتے ہیں ،

یا مظهر اتم معنایہ و صورتہ	ساوینت جدک فی ما انت آتینہ
یا رحمة الله و یاعین الحیات ویا	روح الوجود بسر کامن فیہ
قلبی کظیم کتیب مالہ طرب	عساک تنشطہ عطا و تحییہ
جسبی یسارم من سقم الی سقم	یا شافی الکل لطف منک یشفیہ
بدا لقلبی اوام حل فی کبدی	فارتجی منک سلسلا یرویہ
فی سوک الباقر الہلوی محتکف	لعل لطفک جلالہسان یوویہ
احفظ عبیدی یا مولای مرحبہ	من شر دہر غذا بالجور یرمیہ
لا تخرجنی الی ذی منصب ابدی	و انت ان شئت یا مولای تعینیہ
علیک منا سلام مالہ عدد	مادام یتلوا کتاب الشوق تالیہ

۲۔ مقامات عربیہ ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بھی کتبخانہ مہدی

میں ہے ، اس کے کل صفحات ۱۰۱ ہیں ، اور ہر ایک صفحہ میں

گیارہ سطریں ہیں ، اس میں کل چار مقامات ہیں ، پہلے مقام کا

نام المقامۃ الشہامۃ الکافوریۃ فی وصف الہماہد الایلیوریۃ ہے ،

۵۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ، اس میں ویلور کے قلم سے

چشمہ ، نہر ، پھولوں ، پھلوں ، پیشہ وروں ، اور ارباب کمال کی
تحریف کی ہے ، آخر میں حضرت قربی کی تحریف میں ایک
عربی قصیدہ ہے ، جس کے چند اشعار یہ ہیں ،

شریف سید سید کریم غدا فی الذخر مستند اکرام
هو الصمدید فی غرر السجایا و فی التلیا الامام ابن الامام
ابوالحسن التلی القدر شانا حسینى المتاقب و البقار
و رکن الدین للاسلام عودا علی علانیۃ فی الاهتمام
و فی ذنب التقی مسماۃ عال و فی رتب التلی مرقاة سامی
و اذت ادین ربک دحیم عون و اذت لشرع جدک خیر حامی
کلامی عن ثنائیک فی قصور علیک تحیۃ الرب السلام

اس مقامہ میں تک عشرۃ کاملہ کے چند قصاید کے حوالے

ہیں ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ سنہ ۱۱۹۵ ہجری

کے بعد لکھا گیا ہے ، باقی تین مقامے یعنی البقامۃ الخطفۃ

العقابیۃ للعارۃ المسکبۃ ، البقامۃ الترشناخلیۃ اور البقامۃ الارکاتیۃ

بہت مختصر ہیں ، البقامۃ الخطفۃ العقابیۃ میں ایک ذوالرد

عرب کی زبان کی غلطیوں کا مذاق اڑایا ہے ، یہ شخص سنہ ۱۱۹۱ ہ

میں مدراس آیا تھا ، اور آگاہ سے درخواست کی تھی کہ وہ

امیرالامرا کے پاس اس کی سفارش کردیں ، آگاہ نے کہا کہ نواب

صاحب ان دنوں بہت مصروف ہیں ، کچھ دن انتظار کرو تو

تمہارا کام بن جائیگا ، اس پر وہ عرب خفا ہو گیا اور لوگوں

میں کہتا پھرا کہ آگاہ کو عربی نہیں آتی ، اور آگاہ کے نام

ایک خط لکھا جس میں زبان کی بہت غلطیاں تھیں ، اس لیے آگاہ نے اس مقامے میں اس کی دھبیاں اڑائی ہیں ،

مقامے ترشہ افلیحہ اور مقامے آرکاتیبہ حریری کے اسلوب پر لکھے

گئے ہیں ، ان میں سالم بن ہاشم کو راوی اور ابوالفرح البدری

کو ہیرو بنایا گیا ہے ، پہلے مقامے کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی

سالم بن ہاشم ویلور سے ترجمانی پھنچتا ہے ، اور وہاں ایک نام

نہاد صوفی کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے ، جو اپنے حقایق کو

بڑی لفاظیوں کے ساتھ بیان کر رہا تھا ، اتنے میں ایک دیوار

پھنچتا ہے ، پھٹے پرانے حال میں ہونے کی وجہ سے کوئی اس

کی طرف توجہ نہیں کرتا ، تھوڑی دیر کے بعد دیوار

ہوتا ہے اور صوفی کی خوب خبر لیتا ہے ، حاضرین اس کی

طلاقت لسانی پر بہت ہی تعجب کرتے ہیں ، اور پیسوں کی

صورت میں اس کے سامنے نذر پیش کرتے ہیں ، مگر وہ لینے

سے انکار کرتا ہے اور سب کو دھتکار کے نکل جاتا ہے ، راوی اس

کا پیچھا کرتا ہے اور آخر اس کا نام معلوم کرتا ہے

دوسرے کا خلاصہ یہ ہے کہ راوی آرکات کی ایک مجلس نکاح

میں شریک ہوتا ہے جہاں ابوالفرح البدری بھیس بدل کر

قاضی بنتا ہے اور نہایت فصیح و بلیغ خطبہ نکاح پڑھتا ہے ،

حاضرین اس کی زبان کی روانی اور فصاحت و بلاغت پر بہت تعجب

کرتے ہیں اور بہت سے ہدیے اور تحفے پیش کرتے ہیں ، وہ

ان سب کو لیکر باہر نکل جاتا ہے ، راوی اس کا پیچھا کرتا ہے

اور آخر اس کا نام مجلوم کر دیا ہے ، نہودیت کے لئے تیسرے مقامہ کی چند سطریں یہاں نقل کی جاتی ہیں ،

”بیدان شرزمتہ منها کانت متہالکۃ فی التصوف و تعاطی فی بیادۃ الکلاف و التمسک ، فجذبنی یوما حسن الاعتقاد الی ناد ای داد و ابصرت فیہ شیخا ذا وقار مہدقا بالاصغار و الکبار و هو یدری اشدائقہ بصدم الحقایق ، و یرز الاشواق بکشف الدقایق ، متبختہ فی بیادۃ ، متعظم لشانہ کاذبہ ابوالحسن النوری او مہشاد الدینوری کلامہ عارعن التحقیق و السداد ، جار علی قانوں التقلید و الفساد فحصلت من ولوجی فیہ علی ندم ، و اصابنی من ذلک غم علی غم ، اک فجتمہم رجل ذولہ شہطا و لحیۃ رطاء و زی بال و جسمہ کالخلال اشعث اغبر علیہ اثر السفر و تمکن من حاشیۃ المجلس ولم یلمح الیہ قائم ولا جالس و الشیخ مصر علی بیادۃ السابق ، و مہدی فی ایضادہ الشایق ، و الناس مطرقون بین یدوۃ مطبقون فی الثناء علیہ ، فجتمہ ذلک المہتری الی الشیخ النوری ، و شحذ علیہ صوصام الہام و ذوق الیہ سهام الایلام“

گلدستہ کردائیک میں ایک مقامہ حیدرآبادیہ کا بھی ذکر کیا ہے محترمی جناب نجیب اشرف صاحب ندوی کے پاس جو نسخہ ہے اس میں مقامہ حیدرآبادیہ موجود ہے

۲۔ النفیۃ العنبریۃ فی مدحۃ الخیر البریۃ ، یہ ان عربی قصاید کا مجموعہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہے گئے ہیں ، اس کا ایک قلابی نسخہ کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے ،

۴ - شہادیم الشہادیل فی نظام الرسائل ، یہ ان عربی خطوط کا مجموعہ ہے جو آگاہ دہ وقتاً فوقتاً ذواب محمد علی والاحاء کی طرف سے حجازیوں کے نام لکھے تھے ، یہ خطوط سنہ ۱۱۸۵ سے سنہ ۱۲۰۵ تک کے لکھے ہوئے ہیں ڈاکٹر عبدالحق صاحب کے پاس جو نسخہ ہے اس کے پہلے ورق پر اس کا نام شہادیل الشہادیل بنشر لطایم الرسائل لکھا ہوا ہے ۔ اس میں تین قسم کے خطوط شامل ہیں ایک وہ جو ذواب محمد علی والاحاء کی طرف سے مدینہ کے امیر اور یمن کے امام کو لکھے گئے تھے ۔ دوسرے وہ خطوط جو امیرالامرا کی طرف سے ان لوگوں کو لکھے گئے تھے ۔ تیسرے وہ جو باقر آگاہ کی طرف سے حجاز کے مختلف علماء کے نام تحریر کئے گئے تھے ۔

قسم اول :- اس میں سے چھ خطوط امیر حجاز شریف

سرور کے نام ہیں پانچ خطوط اس کے بھائی

شریف غالب کے نام ہیں جو شریف سرور

کے مرنے کے بعد حجاز کا امیر ہوا تھا ۔ وزیر

شریف آغایحیی کے نام دو خط ۔ شیخ ابراہیم

زمزمی مکی کے نام ایک خط ۔ شیخ محمد مرداد

مکی کے نام پانچ خط ۔ سید عبداللہ مرغنی الطایفی

کے نام ایک خط ۔ جدہ کے پاشا کے نام چھ خط ۔

وزیر آغا ریحان کے نام ایک خط ۔ وزیر آغا سعید

کے نام اور سعید بن ریحان کے نام دو خط امیر

حاج رومی کے نام ایک خط

قسم دوم :- شیخ حرم احمد آغا کے نام دس خط

شیخ عثمان آغا کے نام ایک خط

سید احمد با حسن جلیل مدنی کے نام ایک خط

مدرس حرم الہدیۃ ابو الفتح عثمان الشامی کے

نام دو خط

شیخ مہد سہان مدینۃ منورہ کے نام ایک خط

قسم سوم :- امام یونس مہدی لدین انڈیہ کے نام تین خط

امام یونس منصور جائیداد ابن المغفور الہدی لدین انڈیہ

کے نام چار خط

علی ابن امام الیمن کے نام ایک خط

احمد بن منصور جائیداد کے نام ایک خط

وزیر یمن کے نام تین خط

سعید بن یحییٰ بندر مہا کے حاکم کے نام سات خط

بغداد کے حاکم سلیمان باشا کے نام ایک خط

شیخ الحرب محمود بن عبیرہ کے نام ایک خط

سلطان حبش سلطان عبدالشکور کے نام خط

جزیرہ مالدیو کے حاکم سلطان محمد کے نام خط

۵ - دیوان غزلیات یہ ان کی عربی غزلوں کا مجموعہ ہے۔

اس کا ایک نسخہ ڈاکٹر عبدالحق صاحب کے پاس موجود ہے یہ

حروف ابجد کے لحاظ سے مرتب کیا ہوا ہے مثال کے لئے ہر اس

میں سے ایک غزل نکل کر رہی ہیں

غانیۃ قد دھبت مہجتی تحسبہا الماعب کا للمعبد
 لا ہیۃ ساہیۃ ضیعت جو ہرۃ غالیۃ القیۃ
 غافلۃ تذہل عن مشطہا تعبت کا لسنیل با لطرۃ
 لا تتری لہرایا ولا تفرق الاغاض من الغمزۃ
 تحسب بالغفلۃ زرقۃ ان رات الحبرۃ فی مقلتی
 یلعب اطفال دموعی بہا وہی غدت تضدک من دموعی
 ان ظن العکس بہنظارۃ ناظرہا تلعب بالصورۃ
 تطرب وجدا وترى مہرا ان زمر العماشق بالزمرۃ
 اصبح آگاہ بہا والعا وہی من الصبۃ فی غفلۃ

۶۔ الدردانفیس فی شرح قول محمد بن ادیس

۷۔ القول المبین فی ذرای المشرکین

۸۔ دفایس النکات فی ارسالۃ علیۃ السلام الی جمیع الکودات

۹۔ تنویر البصیرۃ و البصر فی الصلوۃ علی النبی بذکر السیر

یہ کتاب سنہ ۱۲۰۲ ھ کے قریب لکھی تھی اور اس کو مدینہ

منورہ روانہ کیا تھا عربی خطوط میں اس کا حوالہ ہے

۱۰۔ حواشی ابن کثیر، یہ تاریخ ابن کثیر کے بعض

مقامات کے حواشی ہیں کتاب الرسائل میں اس کا حوالہ ملتا ہے،

فارسی تصانیف آگاہ فارسی نظم و نثر میں بھی بڑی

مہارت رکھتے تھے، اس زبان پر ان کو بڑا فخر تھا، چنانچہ

خود ہی کہتے ہیں،

ملک الہادی فضلہ بدصاحت معانی

دو جہاں گرفتہ کلکم چولواے خسروانی

در سواد ظلمت آباد چمن آگاہ تافت
صبح نیشاپور از طبع چمن آراہ من

بود شعر دقیقہ رشتہ دار زلف طنازہ
کشفید از موقلام تحریر دیوانہ کہ من دارم

سبوی میکہدہ دارد صفای جان آگاہ
مکن قیاس سفالش بجام جم گستاخ

آگاہ کی کل فارسی تصنیفات چند جزوی رسائل کے سوا نثر میں ہیں، وہ فارسی کے بہترین شاعر تھے، اس کے باوجود انہوں نے ابجدی کی طرح نظم میں اپنا کمال دکھانے کی کوئی کوشش نہیں کی ہے، البتہ غزلیات اور چند قصائد لکھے ہیں، جن سے ان کے زور قلم کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، سب سے پہلے ہم ان کی نثری تصانیف کو گناہینگے اور اس کے بعد ان کی شاعری پر بحث کریں گے، ان کی فارسی تصانیف کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے،

۱۔ تحفۃ الاحسن فی مناقب السید ابی الحسن، اس میں آگاہ نے اپنے مرشد و استاد حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی قدس سرہ کے حالات قلمبند کئے ہیں

۲۔ سعادت سرمدیہ فی وجوب محبت محمدیہ۔ کتاب الرسائل وغیرہ میں اس کا ذکر آتا ہے،

۳۔ چہار صد ایراد بر کلام آزاد۔ اس میں آگاہ نے میر غلام علی آزاد بلگرامی کی شاعری پر چار سو اعتراضات کئے ہیں، اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ تصفیۃ حیدرآباد میں ہے،

۴۔ نسخہ جیدل دواز۔ اس کا دوسرا نام گل خورشید ہے، اس میں اہل بیت اور بعض مشہور صوفیائے کرام کے فقر و فاقہ کی تالیف کر مقفی اور مسجع رنگین عبارت میں ادا کیا ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ والاجہ مدراس میں موجود ہے، اس کے کل صفحات ۱۱۰ ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۴ سطریں ہیں آگاہ نے خود نسخہ تاریخ یوں لکھا ہے،

چو خواستم ز قلم سر نوشت تاریخش
 زہے لطیفہ غیب آگہی رقم فرمود
 از پے تاریخ او بود دلم گرم جوش
 گفت جگوشم سروش نسخہ جیدل دواز
 بدستم از خرد تاریخ سالش
 گل خورشید دان فرمود هاتف

۵۔ کشف الخطا عن اشراف یوم الجزاء۔ اس میں قیامت کی علامات کا ذکر ہے اور ایک مقدمہ، دو باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، مقدمہ میں اس کی تحقیق کی ہے کہ دنیا کی عمر کیا ہے؟ اور روز جزا کے کتنے نام ہیں، پہلے باب میں ان چھوٹی چھوٹی علامات کا بیان ہے جو روز بروز ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں، دوسرے باب میں ان بڑی بڑی علامات کا بیان ہے جو قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہونگی، اس میں سب سے پہلے امام مہدی پر بحث کی ہے، پھر دجال کی کیفیت لکھی ہے، اس کے بعد نزول حضرت عیسیٰ، خروج یاجوج ماجوج، طلوع شمس از مغرب،

خروج داجۃ الارض، ظهور دخان، ویرانی مدینہ، ہدم کعبہ، ارتفاع قرآن مجید از مصاحف و صدور، قبض ارواح مومنین، التہاب دار از عدن، کے متعلق تفصیلات دی ہیں۔ اور خاتمہ میں دفعہ صور کی کیفیت لکھی ہے، آگاہ ہے ہر ایک عنوان کے تحت صحیح احادیث اور اقوال صحابہ و ائمہ سے استشہاد کیا ہے، آگاہ ہے یہ کتاب سنہ ۱۲۰۳ ہجری میں لکھی تھی، اس کا ایک قلبی نسخہ مدراس کے سرکاری قلبی کتب خانہ میں ہے۔ اس میں کل ۱۳۲ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں،

۶۔ سحر الحلال فی قصائد الہلال - یہ ایک مختصر رسالہ ہے، اس میں مختلف فارسی شعرا کے وہ قصیدے جو ہلال کی تحریف میں ہیں، جمع کردئے ہیں، ان شعرا کے نام یہ ہیں، ظہیر خاریادی، انوری، خاقانی، قاضی شمس الدین طیبی، امیر خسرو، بدرچاچ، سلہان ساوجی، نظام الدین استرآبادی، نظام الدین ہروی، میرزا محمد قلی سلیم طہرادی، میر غلام علی آزاد، خلاق البھانی، کمال الدین اصفہانی، میر محمدی خان، آخر میں محمد حسین جودت کی ایک مختصر مثنوی ہے،

اس کا ایک قلبی نسخہ مدراس کے سرکاری قلبی کتب خانہ میں ہے جو کسی نسخہ سے نقل کیا گیا ہے، اس کے کل صفحات ۲۱ ہیں اور ہر صفحہ میں ۲۰ سطریں ہیں،

۷۔ کتاب الرسائل فی ما یتعلق بالامامۃ من المسائل، یہ آگاہ کی وہ معرکہ الآرا کتاب ہے جس نے شیعوں کے اندر ایک ہیجان

پیدا کر دیا تھا، اور جس کی وجہ سے آگاہ کی زندگی خطرہ میں پڑ گئی تھی اور شیعہ ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے، اس میں سنی اور شیعہ کے آپس کے اختلافی مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، آگاہ نے سنہ ۱۲۰۷ اور سنہ ۱۲۰۸ ہجری میں اس نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو ایک مقدمہ اور گیارہ رسالے اور ایک خاتمہ پر مشتمل تھی، لیکن جب بحث کا سلسلہ آگے بڑھتا گیا تو سنہ ۱۲۰۸ سے لیکر سنہ ۱۲۱۷ ہجری تک انہوں نے مختلف رسالے لکھے، جن میں سے بعض نظم میں تھے، آخر سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں انہوں نے اس کو از سر نو مرتب کیا اور ایک نئے مقدمہ کا اضافہ کیا، اور ۵۲ رسالوں کے ساتھ ایک نیا مجموعہ ترتیب دیا، اس کا ایک قلمی نسخہ چار جلدوں میں کتب خانہ اہل اسلام والاجہ روڈ مدراس میں ہے، اس کے کل صفحات کی تعداد تقریباً ۱۲۵۰ ہے اور ہر صفحہ میں انیس سطرین ہیں، ان رسایل کی تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) المقدمة الذائقة لجمیع الرسایل (الرایحة - آگاہ نے سنہ ۱۲۱۹ ہجری

میں رسائل کی نئی ترتیب دینے کے بعد ایک مقدمہ لکھا تھا، جس میں تمام رسایل کے نام گنائے ہیں اور نیز صحابہ کرام کے ساتھ شیعوں کے بعض کے وجوہ کو بیان کیا ہے،

(۲) المقدمة القدیمة - آگاہ کا یہ مقدمہ وہ ہے جو سنہ ۱۲۰۸ ہجری

میں ابتدائی گیارہ رسالوں کی تہہہید کے طور پر لکھا تھا،

(۳) بذل الدراۃ فی ذکر ضوابط الروایۃ، اس میں حدیث اور اسناد

کی تعریف کی ہے، اور اقسام اخبار اور اسباب جرح و طعن

روایت کر بیان کیا ہے، پھر اس پر بحث کی ہے۔

و احادیث کے مصنوعی ہونے کی کیا علامتیں ہیں، اور شیخین

کی روایات پر عقل و درایت کی روش جرح کی ہے۔

(۴) تائید الحق فی تعدید الفرق - اس میں مختلف فرقہ ہائے اسلام

کی تفصیل پیش کی ہے

(۵) اعلام الاعلام بوجوب نصب الامام - اس میں اس پر بحث

کی ہے کہ امام اور امامت کے کیا معنی ہیں؟ امام کے

مقرر کی ضرورت ہے یا نہیں؟ امامت کس طرح منسقد ہوتی

ہے؟ امامت کے شروط کیا ہیں، نیز امامت کے مستلزم میں

مختلف فرقوں کے باطل عقاید اور خیالات کی تردید کی ہے

(۶) نذر الزندقہ باثبات خلافة الصدیق - اس میں قرآن مجید اور

احادیث صحیحہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو

ثابت کیا ہے، اور ان کے خلیفہ ہونے پر عقلی دلائل پیش کئے

ہیں، اور بتایا ہے کہ ان کی خلافت پر امت کا اجماع ہے،

پھر اس سلسلہ میں شیعہ امامیہ کے تمام اعتراضات کی

ایک ایک کر کے تردید کی ہے،

(۷) المتحقیق الانیق فی بیان الفضلیۃ الصدیق، اس

میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اقوال اصحاب

وایمہ سے حضرت صدیق کی افضلیت کو ثابت کیا ہے؛

(۸) لب المیاب فی فضایل الاصحاب - اس میں صحابہ کرام کے عام فضایل بیان کیے ہیں ، اور شیعوں کے اعتراضات کی تردید کی ہے

(۹) دفع الوسواس الخماس الحارص فی حدیث المیراث والفدی والقرطاس، اس میں میراث فدی اور مسئلہ قرطاس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور شیعوں کے اعتراضات کا جواب دیا ہے ،

(۱۰) مقامہ الحدید فی قبح مطاعن الہنہاج والتجرید منہاج الکرامۃ ابن مطہرحلی کی مشہور تصنیف اور تجرید ابوجعفر طوسی کی کتاب ہے ، ان دونوں میں خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ کرام کے متعلق بہت سی غلط باتیں منسوب کی گئی ہیں ، آگاہ نے اس رسالہ میں انہی کی تردید کی ہے ،

(۱۱) البرق الوامض لکشف ہفوات الروافض ، اس میں روافض کی بے سروپا باتوں کی تردید کی ہے ،

(۱۲) کشف الاستار عن مشاہدۃ الروافض بالکفار - اس میں یہود و نصاریٰ اور مجوس اور شیعوں کے درمیان بہت سی مماثلتیں دکھائی ہیں اور ان کے وجود کی ایک ایک کر کے بیان کیا ہے ،

(۱۳) الحاجج النہاضۃ فی حکم الرافضۃ - اس میں رافضیوں کی تکفیر یا تفسیق کے متعلق اہل سنت والجماعت کے عقائد و خیالات کی تشریح کی ہے ،

(۱۴) خاتمہ - اس میں ایسے مختلف تاریخی واقعات پیش کئے گئے

ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ، خلفاء ثلاثہ اور صحابہ

کرام کو گالیاں دینے والے سور یا بنہدر کی صورت میں

مسخ ہو گئے تھے ، ان کے بیان کر دے کے بعد شیعوں کو

نصیحت کی ہے کہ وہ اس قسم کے افعال بد سے باز آئیں ،

آخر میں تاریخ تصنیف کے دو قطعات درج ہیں ،

ذہر ۲ سے لیکر ۱۴ تک کے تمام رسائل سنہ ۱۲۰۷ اور

سنہ ۱۲۰۸ ہجری میں لکھے گئے تھے ، لیکن جب بحث کا سلسلہ

آگے بڑھتا گیا تو مختلف اوقات میں مختلف رسائل لکھے گئے

جن کی تفصیل آگے آتی ہے ،

(۱۵) کمال العدل و الانصاف الدال علی العدل عن الاعتساف -

یہ ایک سو چھ صدیوں کا ضخیم رسالہ ہے ، اور کئی

جگہ حاشیے بھی ہیں ، باب کی جگہ انصاف کا لفظ

استعمال کیا ہے ، اس کا سنہ تصنیف سنہ ۱۲۱۲ ہجری

ہے ، اس میں شیعوں کے باطل عقاید و خیالات کی

توضیح اور تردید کی ہے ،

(۱۶) رد الکذب علی الکاذب المکر بشرف الملقب بالاصحاب - اس

میں اس پر بحث کی ہے کہ اذیقول لصاحبہ کی آیت میں

صاحب سے کون مراد ہیں ، اور منکرین صحبت حضرت

صدیق کے خیالات کی تردید کی ہے ،

(۱۷) اعلان بالاذان عند تغول الخيلان - رسالت دفع الوسواس کی

تدریر کے بعد شیعوں نے آگاہ پر بہت سے بہتان

باندھے تھے، اس میں انہیں کی تردید کی ہے،

(۱۸) الاستعاذۃ بانثی الواحد القہار عند سماع نہیق السحار، کسی

شیعہ نے اعلان کا جواب غسالہ لکھا تھا، یہ اس کا

جواب الجواب ہے،

(۱۹) تبیین الانصاف و ترہین الاعتساف فی اخبار الشیعۃ من

الاختلاف - بعض شیعوں نے طعن دیا تھا کہ اہل سنت

و الجماعت کے اصولی اور فروعی مسائل میں بہت

اختلاف پایا جاتا ہے، آگاہ نے اس رسالہ میں شیعوں

کے اختلافات کو بیان کیا ہے،

اوپر کے چاروں رسالے سنہ ۱۲۰۹ ہجری میں تصنیف ہوئے تھے،

(۲۰) النقول البدیعیۃ فی اقسام الشیعۃ - اس میں شیعوں کے

مختلف فرقوں کی تفصیل پیش کی ہے،

(۲۱) رفع التشاجر عن حکم التواتر - تواتر اور متواتر کے اصطلاحات

کی تشریح کی ہے،

(۲۲) الحدیۃ الہمیۃ فی الزام الشیعۃ - اس میں شیعوں کو طعن

دیا ہے کہ وہ اپنے اصول کی روسے امامت کو ثابت

کرنا تو کجا نبوت ہی کو ثابت نہیں کرسکتے،

(۲۲) دفعہ الاِیرادات البشیرۃ المتجلقۃ بالحجۃ الہنیۃ - بعض

شیعوں نے رسالۃ الحجۃ الہنیۃ پر چند ایرادات کئے
تھے ، آگاہ نے ان کو دفع کیا ہے ،

(۲۳) شرح رباعیات بدیعۃ در مناقب شیخۃ - آگاہ نے شیعوں

کے مناقب میں چند رباعیاں لکھی تھیں ، اس رسالہ
میں ان کی دشر میں تشریح کی ہے ،

(۲۵) تحریریکۃ بہ حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم تعلق

دارد ، اس میں اس حدیث کی تشریح کی ہے اور اس
کی صحت کو ثابت کیا ہے ،

(۲۶) بعض روایات کہ یکے از شیخۃ بزعم موافقش از کتب

ما بر آوردہ - کسی شیخۃ نے سنی کتابوں سے چند ایسی

روایتیں جمع کی تھیں ، جن سے اثنا عشری عقاید کی
تائید ہوتی ہے ،

(۲۷) تحریریکۃ بہ بعض روایات بر آوردہ شیخۃ تعلق دارد -

اس میں مذکورہ بالا روایات پر نقد و جرح کی ہے ،

(۲۸) تحریر اتفاقی کہ بہ بیعت دوشہادہ شد لقب ، تعلق

دارد ، ایک دن ایک آدمی کاغذ کا پرزہ لے آیا جس میں

بہ شعر تھا ،

دوشہادہ شد لقب از بہر صدق قول او

از حنیفہ کہتری اس خطب خیر الہرسلین

اور آگاہ کے نوکر کے حوالہ کر کے کہا کہ غلام عبداللہ خان
 بہادر مستقیم جنگ نامی نے دیا ہے ، آگاہ نے خط دیکھتے ہی
 پہچان لیا کہ وہ نامی کا نہیں لکھا ہوا ہے ، کسی اور نے شرارت
 کی ہے ، اپنے نوکر سے کہا کہ کاغذ لائے والے کو بلالے آؤ ، مگر
 وہ اس وقت تک جاچکا تھا ، آگاہ نے نامی سے حقیقت دریافت
 کروائی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے کوئی کاغذ نہیں بھیجا
 غالباً بھیجنے والے کا یہ خیال تھا کہ آگاہ اس کی شرح سے
 قاصر ہونگے ، اس رسالہ میں آگاہ نے اس شخص کی بہترین
 اور پر از معلومات تشریح کی ہے ،

(۲۹) روایات متضمنہ فضائل تقیہ و وجوب عمل بر آں از
 کتب معتبرۃ امامیہ اثنا عشریہ - اس میں شیعوں
 کی معتبر کتابوں سے تقیہ کے فضائل بیان کیے ہیں
 اور ان پر عمل کرنا واجب ثابت کیا ہے ،

(۳۰) دلائل اثنا عشریہ در رد بعض ہفوات امامیہ - اس
 میں بعض شیعوں کے اس بہتان کی تشریح کی ہے
 کہ خلفاء ثلاثہ نہاد بائتہ متافق تھے اور جنگ تبوی
 سے واپسی کے وقت آنحضرت صلعم کے قتل کی سازش
 کی تھی ،

(۳۱) تحریریۃ بدو بیت عقاید نادہ حضرت مولانا
 جامی قدس سرہ تعلق دارد ، حضرت جامی نے حضرت
 علی اور حضرت معاویہ کے متعلق یہ لکھا تھا ،

اُن خلافت کے داشت با حیدر در خلافت صحابی دیگر
 حق درانجا بدست حیدر چود جنگ با او خطا منکر بود
 بحرالعلوم اس عقیدہ کو نہیں مانتے تھے ، انہوں نے جب لفظ
 منکر کی تاویل کرنی شروع کی تو آگاہ نے اس رسالہ میں ان کا مذاق اڑایا
 ہے ، اور اس عقیدہ کی صحت کو ثابت کیا ہے ،

اوپر کے آٹھ رسائل سنہ ۱۲۱۵ ہجری میں لکھے گئے تھے ،

(۳۳) الاعتصام بکلام الامام فی منح لحن اہل الشام

(۳۵) کمال دانائی و حق دہائی در بیان باد پیمائی بھائی

(۳۶) کمال رسائی در بیان اغلاط بھائی ،

ان تین رسالوں کی تصنیف کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ
 میں شیخ بہاء الدین دامی ایک شخص بیرون ہند سے مدراس
 آئے تھے ، اور شیعوں کو خوش کرنے کیلئے عربی میں حضرت
 امام حسین کا مرثیہ لکھا تھا ، ایک دن شیخ احمد بن شیخ
 محمد ذبیہ یمنی نے آگاہ کے سامنے ان کا تذکرہ کیا اور پوچھا
 کہ آیا بہاء الدین کی نظم و نثر کبھی ان کی نظر سے بھئی
 گذری ہے یا نہیں ، آگاہ نے ذی میں جواب دیا ، شیخ احمد نے کہا اگر
 اجازت ہو تو ان کا کچھ کلام حاضر کروں ، آگاہ نے کہا بہت بہتر
 مگر وہ کلام ہے آئیے جس کو خود بہاء الدین سب سے زیادہ اچھا
 سمجھتے ہوں ، چنانچہ شیخ احمد دو تین دن کے بعد ان کا مرثیہ
 اور دوسرا کلام لے آئے ، بہاء الدین نے مرثیہ میں حضرت معاویہ ،
 حضرت عمرو بن العاص اور ان کے ساتھیوں پر لعنت بھیجی

تھی ، چودھویں شیخ بہاء الدین نے لوگوں کے سامنے تذکرہ کیا تھا کہ وہ فارسی نہیں جانتے اس لیے آگاہ نے عربی میں رسالہ الاعتصام لکھا ، اس میں اس بات کو خود شیعوں کی کتابوں سے ثابت کیا کہ حضرت علیؑ کے اہل شام پر لعنت بھیجنے سے منع کیا ہے ، آگاہ نے اپنا یہ رسالہ اپنے عزیز شاگرد ثامی کی معرفت شیخ بہاء الدین کے پاس بھیجا ، انہوں نے ڈیڑھ ماہ کے بعد رسالہ عربی کے نام سے اس کا جواب لکھا ، اور آگاہ کے پاس روانہ کیا ، اس میں آگاہ کی اصل باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا ، اور خلط مبدل سے کام لیا تھا ، آگاہ نے حکم دیا کہ الاعتصام اور رسالہ عربی کو مسجد والاجہی اور مدرسہ کلاں کے اساتذہ اور طلبہ کے سامنے رکھ دیا جائے ، تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ یہ اصل باتوں کا جواب ہے یا محض لغویات ، آگاہ کے ایک شاگرد سید محمد کریم دقوی نے دوسرے دو رسالے لکھے ، پہلے میں شیخ بہاء الدین کی پوری قلمی کھولی ہے کہ کس طرح انہوں نے حصول زر کی خاطر ابن الوقت بننے کی کوشش کی ہے ، پھر ان کی باتوں کا ایک ایک کر کے جواب دیا ہے ، دوسرے رسالہ میں شیخ بہاء الدین کے مرثیہ میں زبان وادب کی غلطیاں دکھائی ہیں ،

(۲۷) توضیح البیان بتفصیح البہتان - آگاہ نے اپنے کسی رسالہ

میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمرؓ کی افضلیت کے

متعلق حضرت علیؑ کا یہ مقولہ نقل کیا تھا ”لجبری ان مکاذہما

فی الاسلام لعظیم الخ“ محمد تقی ثامی ایک شیعہ نے جواب

یا کہ آگاہ کا یہ کہنا سراسر بہتان ہے ، آگاہ نے اس رسالہ میں شیعوں کی مستند کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ یہ حضرت علی کا مقولہ ہے ،

(۸۳ رد البہتان) البشورم المتعلق بسیدتنا رقیۃ و ام کلثوم ، رقیۃ اور ام کلثوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں ، جو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے ساتھ بیابانی گئی تھیں ، ایک شیعہ نے ایک سنی کے سامنے بحث کی کہ یہ دونوں آنحضرت صلعم کی صاحبزادیاں نہیں تھیں ، اس سنی نے جواب دیا کہ اس شیعہ کے والد نے اپنی نظم میں ان دونوں کو آنحضرت کی صاحبزادیاں بتایا ہے ، شیعہ نے جواب دیا کہ یہ یہ سنیوں کی روایات کے مطابق ہے ، ہماری کتابوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ، جب یہ معاملہ آگاہ کے سامنے پیش کیا گیا ، تو انہوں نے شیعوں کی مستند کتابوں سے اس کا ثبوت پیش کیا ،

(۳۹) تہذیب السالک بتکذیب من نسب الامتعة الی الامام مالک ، کسی شیعہ نے متعصہ کے جواز میں امام مالک کا حوالہ دیا تھا ، آگاہ نے اس رسالہ میں اس کی تردید کی ہے ، (۴۰) رد الفضول المتعلق بقول صاحب جامع الاصول - اس میں شیخ عزالدین بن الاثیر جزئی کے اس قول کی تشریح اور اس پر تنقید کی ہے کہ حضرت امام ابوالحسن رضا قرن ثالث کے مجدد تھے ،

(۴۱) معذرت نامہ آگاہی

(۴۲) کمال الانصاف

(۴۳) عین الانصاف

ان تینوں رسالوں میں دجالعلوم کے عقیدہ اجتہاد حضرت معاویہ پر تنقید کی ہے ، اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے ، عین الانصاف میں ان تمام استدراکات پر جرح کی ہے جو دجالعلوم نے آگاہ کے رسالہ التحقیق الادبیق اور لب اللباب پر کیے تھے ،

(۴۴) اسعاف الہرام فی تحقیق الایمان و الاسلام - اس میں ایمان اور اسلام کی شرعی اصطلاحات کی تشریح کی ہے اور دوزوں کے فرق کو واضح کیا ہے ،

(۴۵) اجراز راز نہفتہ فی شرح رباعیات سید - آگاہ نے سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں شیعوں کے متعلق مختلف رباعیاں لکھی تھیں ، اور ان کی تاریخ تصنیف کے طور پر چھ رباعیاں لکھی تھیں ، ان میں ذمہ ، داعی ، عروہ ، مکالب ، زرق ، تانیس ، تشکیک ، ربط ، تدلیس ، خلع وغیرہ جیسی بہت سی نامادوس اصطلاحیں آگئی ہیں ، آگاہ نے اس رسالہ میں انہی کی تشریح کی ہے

(۴۶) رباعیات بدیعہ در بیان معتقدات شیعہ - اس میں آگاہ نے الہیات ، نبوت ، امامت ، خلافت ، معاد وغیرہ کے متعلق شیعوں کے عقاید و خیالات رباعیات میں لکھے ہیں ،

(۴۷) رد المنسئاس المبتدئ علی حدیث القراطس ، یہ ایک مختصر فارسی مشنوی ہے جس میں واقعہ قراطس کے متعلق شیعوں کے رمیک شبہات کی تردید کی ہے ،

(۴۸) نظم الفرائد فی شرح بعض ابیات العقاید ، یہ بھی ایک مشنوی ہے جس میں بحر العلوم کی اس تاریل کی تردید کی ہے جو وہ جامی کے عقاید نامہ کے اشعار میں کرتے تھے (۴۹) دفع الشک فی الفدک - یہ بھی ایک فارسی مشنوی ہے جس میں واقعہ میراث فدک کے متعلق شیعوں کے شبہات کی تردید کی ہے ،

(۵۰) نور الحیون فی تفسیر والسابقون الاولون ، یہ اس آیت کریمہ و السابقون الاولون من المهاجرین و الانصار الن کی تفسیر ہے ؛ اس آیت کی روسے حضرت ابو بکر کی فضیلت کو ثابت کیا ہے ،

(۵۱) اضاءۃ الشہس لازاحۃ ظلام المبتدئ - کسی شیعہ نے امام مسلم کی ایک حدیث سے جواز متعہ پر استشہاد کیا تھا ، آگاہ نے اس میں اس کی تردید کی ہے ،

(۵۲) سبختہ سیارہ در رد ملحدان بدکارہ - ویلور کے کسی شیعہ نے چند صحیح سنی احادیث کا مذاق اڑایا تھا ، اس کی وجہ سے خود رسول کی ذات پر دھبہ اڑھا تھا ، جب آگاہ کو یہ معلوم ہوا تو وہ بہت رنجیدہ ہوئے انہوں نے اپنے شاگرد سید مصدق کریم حسینی ندوی کو اس کا جواب لکھنے کیلئے کہا ، اس میں اس شاگرد نے اس شیعہ کی مضحک باتوں کا جواب دیا ہے

(۵۳) رد الحاد و فساد در مسئلہ رویت و افعال عباد - محمد

تقی شیعہ نے رویت باری اور افعال عباد کے متعلق سنی عقاید پر تنقید کی تھی، آگاہ کے شاگرد نے اس رسالہ میں اسی کا جواب دیا ہے،

(۵۴) دفعۃ الصدور الی العلیم بذات الصدور - اس میں آگاہ

نے شیعوں کے ساتھ اپنے اختلافات کے وجوہ بتائے ہیں، اور مشکلات کے وقت توجہ الی اللہ کی فضیلت کو ظاہر کرتے ہوئے شیعوں کی طرف سے اپنی مشکلات کو بیان کیا ہے، اور لکھا ہے کہ کس طرح حضرت فاطمہ زہرا کے توسل کی وجہ سے شیعوں سے ان کو درجات ملی، اور آخر میں اس پر بحث کی ہے کہ کونائیک میں شیعیت کو کیونکر فروغ ہوا، اور پھر سنیوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے جو ان کو آگاہ کے ساتھ پیدا ہو گئی تھیں،

(۵۵) البرہان الناقض لاساس بہتان الروافض - اس میں شیعوں

کی کتابوں سے ان کے اس بہتان کی تردید کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطاب کے فرزند نہیں تھے،

(۵۶) تحفۃ در عزیز با تمیز در قصۃ غلام و کنیز - اس

زمادہ میں شیعوں کے ہاں یہ روایت چلی آتی تھی کہ

ایک قابل اودھنی ہارون الرشید کے دربار میں لائی گئی،

اثناء گفتگو میں فرقہ ہاے اسلام کا ذکر چھڑا تو اس
 نے مدلل طور پر مذہب تشیع کی افضلیت کو ثابت
 کیا، آگاہ نے اس رسالہ میں اس روایت کی صحت اور
 عدم صحت پر بحث کی ہے،

۸ - احسن التبیہین فی آداب المتعلمین - یہ اسی صفحات کا
 ایک چھوٹا سا رسالہ ہے اور ہر ایک صفحہ میں گیارہ سطریں
 ہیں بعض مخلص احباب کے اصرار پر آگاہ نے یہ رسالہ لکھا تھا،
 چنانچہ اس کے دیباچے میں کہتے ہیں

بعد ازیں از آگاہ ہیچمدان معلوم ناظران باد کے دریں ولا یکے
 از خلاصہ احبا ازیں حقیر نارسا بہ مبالغہ جانتہ مرہ بعد اولی خواست
 کہ آداب تعلیم و تدریس در سلک ارتقام انتظام گیرد و خود از
 دیر باز بخاطر فائزایی با افسردگی دمسار میگردد کہ در فضل و
 شرف علم و عالم و تعلیم و تنوم اقسام آن اصل کل مکارم و تفصیل
 علوم نافذہ و ضارہ و دیگر مباحث لطیفہ سارہ کہ جان متعلق بود
 بایات کریمہ و اخبار و آثار ضخیمہ و اقوال علماء نامدار و عرفاء
 عالی مقدار ترقیم نہاد و شرایط آداب تعلیم و تعلم را با منضم
 سازد بالفعل بطریق عجالت الوقت بحسب اقتراح آن ارجمند ورقی
 چند در آداب تعلیم دل پسند اندکی از بسیار بعبارت صاف
 و پر اختصار مرقوم و بہ احسن التبیہین فی آداب المتعلمین

اس میں کل چار فصلیں ہیں اور ہر فصل کے ماتحت کئی آداب ہیں۔ پہلی فصل کیفیت تدریجیت فرزند و تحصیل علم ارجحند و جمع کتب حسان و استجارۃ و استعارۃ و استنساخ وغیرہ کے متعلق ہے۔ اس میں گیارہ آداب ہیں دوسری فصل ان آداب کے بیان میں ہے جو دافس متعلم سے متعلق ہے اس میں سولہ آداب ہیں، تیسری فصل ان آداب کے متعلق ہے جو استاد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں بھی سولہ آداب ہیں، چوتھی فصل ان آداب کے بیان میں ہے جو متعلم کے ہمدردوں اور ہم سبقوں سے تعلق رکھتے ہیں اس میں اکیس آداب ہیں اس میں نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم سے بحث کی ہے، ڈاکٹر عبدالحق صاحب ایم۔ اے ڈی فل۔ ممبر پبلک سرویس کمیشن مدراس کے پاس کرڈول میں اس کا ایک قلمی نسخہ ہے،

۹۔ ایقاظ الخافلیں - اس رسالہ کا حوالہ الاعلان بالاذان عند تغول الخیلان میں آتا ہے، آگاہ لکھتے ہیں،

”تفصیلش دریں جا مشواہد گنجیدہ، در رسالہ ایقاظ الخافلیں“

کہ از راقم حروف است باید دید،

۱۰۔ جلاء البصائر فی دفع الدلائل المناظر

۱۱۔ سجل الجواهر فی شرح جلاء البصائر

آگاہ نے ان دونوں رسالوں کا حوالہ اپنے رسالہ الاستعاذۃ بالذکر الواحد القہار میں دیا ہے،

۱۲۔ فقوی دربارۃ تقلید

۱۳ - ایقاظ النیام للایتمام جبقلد کل امام

ان دونوں کا موضوع ان کے نام سے ظاہر ہے ، ان کے قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہیں ۔

۱۴ - ارشاد الجاہلیین

۱۵ - ابداف السالک فی شرح کلما خطر پیدای

۱۶ - بیان دلشہاد در شرح رباعی مستزاد

۱۷ - شرح دیباچہ مثنوی مثنوی

۱۸ - اشخان نے در شرح غزل اول حضرت خواجه حافظ

۱۹ - دو رسالہ دیگر کہ بہ بیتین اولین مثنوی تعلق دارد

ان مذکورہ بالا چھ رسالوں کے نام گلدستہ کرداٹک میں دئے گئے ہیں ، مثنوی کے ابتدائی دو شعر کی دلچسپ تشریح آگاہ کے معاصر عبدالقادر فخری نے بھی کی ہے ، جو فیض مثنوی کے نام سے مدراس میں چھپی ہے ، ممکن ہے کہ آگاہ نے بھی اس پر قلم اٹھایا ہو اور کچھ لکھا ہو ،

۲۰ - دیوان فارسی - اس کے مختلف اشعار تذکروں میں منقول

ہیں ، گلدستہ کرداٹک میں ایک مختصر فارسی مثنوی بھی نقل کی گئی ہے جس کا نام مرات حسن ہے ، اس میں معشوق کا سراپا بیان کیا ہے ، اس کے اشعار کی کل تعداد ۱۲۷ ہے ، اس کی ابتدا اور اختتام کچھ اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں ،

قلم سازم زبخل شغلہ طور مرکب از سواد طرہ حور

دوات از دیدہ و شنیدہ از دل ورق از پردہ ہاے چشم بسمل

نویسم دامت: دواز سرچا زهر در مصرعش حشره هویدا
 رخس آئینت: حسن گار سوز - زرشکش خاطر خورشید صد سوز
 ز انداز تجلیها چراغے - ز تابش سینت: مہتاب داغے
 ز گلزار ارم صبح بہارے ازو در جان جنت خار خارے
 بچشمش مات چشمے آب دادے خور ازوے دھل در آتش نہادے
 چہ می پرسی ز اشراقش بیانے کہ مہر ازوے بود آتش بجائے

بدست آر از دل آگے چراغے اگر خواہی ازین شاہد سراغے
 بر آری از طلسم و ہم اگر دود ازین گنج خفی یادی نشان زود
 زہندار خودی یکسر تہی شو سراپا آگہی شو ، آگہی شو
 بچشم کم مبین ہرگز مجازم حقیقت بین شوی فہمی چو رازم
 اگر دریافتی بر دانشت بوس وگر غافل شوی افسوس افسوس
 ددard حسن بالنب گرم جوشی خبوشی بہ خبوشی بہ خبوشی
 بخوبی یافت چوں این دامت اتمام شدہ مرات حسش باصفا نام

فارسی شاعری آگاہ فارسی شاعری کے مسامر الشبوت استاد
 تھے ، کردائک کے اکثر و بیشتر مشہور شعرا ان کے شاگرد
 تھے ، بعض عبدالقادر مہربان فخری سے اپنے اشعار کی اصلاح
 لیا کرتے تھے ، آگاہ کے مشہور شاگردوں میں سے بعض نے
 استاد کا درجہ حاصل کیا تھا ، اور بعد میں آدم والوں نے ان
 سے اپنے اشعار کی اصلاح لی تھی ،

آگاہ کا ابتدائی کلام مختلف ادوار سخن پر مشتمل تھا ، مگر
 اپنے مرشد و استاد سپید ابوالحسن قریبی قدس سرہ کی وفات

سنہ ۱۱۸۲ ہجری کے بعد خود آگاہ نے اپنے پورے مجموعہ کلام کو غرق آب کردیا تھا ، اور ایک غیر محین مدت تک کیلئے شاعری سے کفارہ کشی اختیار کرلی تھی ، لیکن جب وہ امیرالامرا کے ساتھ دھڑنگر سے مدراس تشریف لائے تو ان کو مجبورا شاعری کی طرف توجہ کرنی پڑی ، ہر جگہ شعر و شاعری کی محفلیں گرم تھیں ، جس میں کردائیک اور ایران کے شعرا شریک ہوتے تھے ، اہل سخن کی مجلس میں ایک عارف سخن کا زبان بند کرکے بیٹھنا بہت مشکل تھا

ذکو رو تاب مستوری ندارد چو در بندی سر از وزن برآرد
چونکہ ان کو فن شعر و عروض کا گہرا علم حاصل تھا ، اسلئے بہت جلد ان کی استادی کا سکہ تمام اہل سخن پر بیٹھ گیا ، اہل زبان یعنی ایرانی شعرا بھی ان کی زباں دانی کے قایل تھے اور ان سے وقتاً فوقتاً ملاقات کرکے لطف اندوز ہوتے تھے ،

آگاہ کے زمانہ میں طرحی مشاعروں کا دستور جاری تھا ، ان کے ہمعصر شعرا کے دواوین میں ہر طرحی غزلیں ملتی ہیں جن کے نزدیک ہر ایک کی استعداد اور اس کے زور کلام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ،

آگاہ کا کلام غزلیات ، رباعیات ، قصاید اور قطعات وغیرہ پر مشتمل ہے ، کوئی بڑی فارسی مثنوی نہیں پاگی جاتی ، انہوں نے ساری مثنویاں اردو میں لکھی ہیں ، جس کے متعلق آئندہ بحث کی جائیگی ، آگاہ کے چند تاریخی قطعات مختلف مقامات پر نقل کردئے گئے ہیں ، غزلوں میں متاخرین کا رنگ نمایاں ہے ، مجازی حسن و عشق کے مختلف اوصاف کا بیان کرنا ان کا سرمایۂ شاعری ہے ، کبھی کبھی عرفانیات کے میدان میں

بھی طبع آزمائی کرتے دیں ، زاہد اور محتسب کا مذاق اڑانا تو
 ہر ایک شاعر کا محبوب مشغلہ ہے ، پھر آگاہ کیوں اس سے
 مستثنیٰ ہوں ، مگر ان کا اسلوب بیان بالکل جدا گانہ ہے ،
 نازک خیالی ، مضمون آفرینی ، عمدہ تشبیہات اور استعارات کو
 بہت اچھی طرح زیادتہ دیں ، آگاہ کی چند غزلوں کو بطور
 نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے ،

شمر فراق تو از بسکت کاست جان مرا
 عصا ز آہ بود جسم ناتوان مرا
 خیال رہ کہ در سینہ آتش افروز است
 کہ چوں فتمیلہ بر افروخت استخوان مرا
 تپ دلم نتواند نوشت خامہ مگر
 زبان شعلہ کند شرح داستان مرا
 خیال آن کف رنگیں چو پنجدہ مرجان
 کند بے ہجر تو مژگان خوں چکان مرا
 براہ عشق تو بگذشتہ ام چنان از خود
 کہ زنگ و نام نیاید دگر نشان مرا
 چو دود آہ فتادم بے پیچ و تاب هنوز
 بحال من نظرم نیست داستان مرا
 بسوز سینہ عبث خالہ می کنم آگاہ
 چو نیست هیچ اثر در دلش فشان مرا
 بدل از شعلہ عشق تو داغہ کردہ ام پیدا
 دریں ویرانہ دیرین چراغہ کردہ ام پیدا
 شگافہ در دل از تیر نگاہہ کردہ ام پیدا
 بسوزہ آہ وفا بیگانہ را ہے کردہ ام پیدا ؛

بصحرا و چمن تکلیف گاهشتم مکن آگاه
من از خودا به دل خانه باغی کرده ام پیدا

پیچید بوی زلف که یارب بجان ما
کز دل چو گرد باد برآید فغان ما

گفتی چو نذر حسن تو کردم دل حزین
ایس غنچه فسرده نیاید دگر ما

باز از خیال خال تو شد تازه داغ ما
هر لحظه بشکفت گل دیگر بیاغ ما

در خاک هم ز زلف تو داریم پیچ قاب
سنبیل چگونده سر نکشد از مزار ما

بدر از شعله عشق تو شمع روشن است امشب
هوا سینه ام تابان چو دشت این است امشب

دگر چه در قبا چو غنچه دل از جوش جالبین
که در آغوش من آن ماه گل پیراهن است امشب

سر خود گیرای زاهد اگر خواهی سر خود را
که اندر بزم رندان شور بشکن است امشب

کدامی شمع رو باشد نهان در پردۀ چشم
که فانوس خیالش گوهر اشک من است امشب

برغم زاهدان خشک مخز از فیض میخواران
ز لای باد آگاه حزین تر دامن است امشب

ز بسکه آتش هجر تو چو شرارم سوخت
بیا دگر تو کردم که انتظارم سوخت

ز شعله ریوی سوز دلم چه می پرسی
که از حرارت غم چشم اشکبارم سوخت

شب خرق تو مانند کاغذ گلریز
 تراوش مژه ای جان تن هزارم سوخت
 برنگ غنچه شاخ بریده دل تنگم
 ده داغ آن گل رعنا به شو بهارم سوخت
 طپد بآتش حسرت دلم سپید آسا
 ندانم از تیپ عشقت چه اضطرارم سوخت
 ز داغها پر طأوس شد سراپایم
 فایک بشعله دجراں هزار بارم سوخت
 چگونده دم زند آگاه چون کلیم آسا
 ذراق هم نفسان جان به دوارم سوخت
 مزن به پیش حریفان عشق دم گستاخ
 منه به بزم ز خود رفته گان قدم گستاخ
 بچشم دم نگری بر خواطر ای سالک
 چرا است جان تو با طایف حرم گستاخ
 به کار گاه تجلی نیافت راه قصور
 مشو بچشم خطا بیس به بیش و کم گستاخ
 به پیش آذک بود در لباس فقر غنی
 مشو بکثرت گنج زر و درم گستاخ
 سبزه میدهد دارد صفای جان آگاه
 مکن قیاس سفالش بجام جم گستاخ
 دل آئینه جلوه یار است به بینید
 در غنچه افسرده بهار است به بینید
 گل کرد گل سرسید گلشن وحدت
 یکنه سر منصور بدار است به بینید
 از مشیت گاه شعله طور است نهاییان
 نور عجبی در چه غبار است به بینید

آن حسن دل آراچه بود کز خط و خالش
 آفاق پز از نقش و نگار است به بینید
 از حسرت و صلیش همه در ذات چو افلاک
 خمیازه کش شوق کنار است به بینید
 از خویش گذشتیم و فتادیم بحیرت
 مارا چه مشکل سروکار است به بینید
 خوں می چکداز خاله آگاه درویش
 از ناوک جور که نگار است به بینید
 رفت عمر همه بر باد بغضواری دل
 جویم عیسی نشنیدم بهر داری دل
 چه عجب در گس مغرور تو گر گلگون است
 مژه ات چون رگ گل گشت ز خودخواهی دل
 جنبش ام اثر خاله که در رات غمش
 پای در گل چو سرشمر ز گزانه باری دل
 در خجالت شده از دیده تراود پس ازین
 بسکه تر آمده از به اثری زاری دل
 و ای بر وحشت و تنهائی و بیچارگی
 کز فغان نیز پیاید بهمنان داری دل
 شد بعشق تو چو طاوس سراپایم داغ
 آه از چشم شرربار و سینه کاری دل
 سخت وامادده ام آگاه چه پرت چو کلیم
 گریه بهر خویش کنم یا بگریفتاری دل

کدا من شمع رو گل پیرهن شد گرم آغوشم
 که از گلریزی حسنش چو چشم خویش گاجوشم

چسان منعم کند از می فقیه شهر حیرانم
 که از لعل کسه به ساقی و خندان می نوشم
 خواب خارج آهنگت دهد درد سرم تاکه
 من از نصیح تو ام ناصح چو مینا پنجه در گوشم
 بود از فیض حسنت طبع من رشک چمن لیکن
 ز فکر آن دهن چو غنچه افسرد خاموشم
 حریفان از دم پیر منان در یوز همت
 که ریش محتسب اختد بدعت رخت مدوشم
 سرم از گردش چشم کسه کیفیت دارد
 بصباه دگر آگاه که مایل شود خروشم
 دل برق است دائم از جان بریانه که من دارم
 رگ ابر از حیا پیچد ز مژگان که من دارم
 ازان شور ملاحظت بسکه بر دل خورد پیکانها
 نهک سود است هر زخم نهان که من دارم
 چه چرسی از هجوم نا رسائیهاه تقصیرم
 ندامت می طپد از شرم عصبان که من دارم
 بود شهر دقیق رشت دار زلف طنازه
 کنید از موقلم تحریر دیوان که من دارم
 نگاهم از سرشک لاله گوی گلدهست می چمد
 ز خوں نشو و نها دارد گلستان که من دارم
 برهن باد دارم خرقه و سجاده چو دستار
 بدندان بجا شد صرف سامان که من دارم
 مپرس آگاه از سر گشتگیهایم که شد مجنوب
 ز حیرت خار در پا در پیادان که من دارم
 شد کدامی جلوت را آئینه دار امتضای من
 می رمد از خویشتن چو سیلاب سر تا پا من

هر دم از سرتابی گیسوی عنبر بود او
 همچو سنبل پیچها دارد بخود رگهای من
 شعله حسن پری گردد دم خجلت و شرم
 نور صیبا عجب می تابد از میانه من
 از چشمن من چه می پرسی که غلط در طرف
 صد چو مچنون همچو طفل اشک در صدرای من
 به گهای شوئی کتاب احتساب از لای من
 گر چشی ام محتسب یک جرعه از صیبا من
 نارسا پیچها بخت پیشت من بنگر که شد
 در رخت چو نقش پا آمد فلک پیچها من
 در سواد ظلمت آید پهن آگاه تافت
 صبح خیزد پور از طبع چمن آرای من
 ز دود آسم امشب هر دم آید بود شب
 که می سوژد چو مجبر سینده ام از فکر گیسوی
 بسر دارم ز سودا نگاهی شور صد محشر
 نفس دزد بخود صور قیامت گر کشم سوخته
 خدا را فرصتی ام صرصر آسم که من امشب
 چراغان کرده ام در دل ز داغ شوق گلروخته
 دود در کوچهای تار دامن و گریجام
 ز مهر دیدم دم دیدم طفل اشک بد خوخته
 بگردش چشم از تار دگه صد پرده می بندد
 نه دزد تا صبا از عنبر لوزان او برود
 کباب آتش هجر تو ام از شوق مینویم
 که گرداند مرا باره ز پهلوت به پهلوت
 کجا شافل شود آگاه به سنگم که می گوید
 تلاش عجز هم می خواست این جا زور بازو

آگاہ دے زیادہ تر رباعیاں شیعوں کے معتقدات اور خیالات کی تردید میں لکھی ہیں ، یہ تمام رباعیاں کتاب الرسائل میں شامل ہیں ، یہاں ان کی صرف ایک رباعی نقل کی جاتی ہے ،

ایران بقیاس ہر سقیم الافکار رجحان دارد بہند جنت آثار
 دشمنید کہ بر طبق احادیث آدم در ہند فرود آمد و در ایران مار

آگاہ کی طبیعت میں حد درجہ کا استغنا تھا ، کسی امیر یا رئیس کی شان میں قصیدہ لکھنا ان کی عزت نفس کے منافی تھا ، امیرالامرا کے ساتھ انتہائی روابط ہونے کے باوجود آگاہ نے ان کی کوئی تحریف نہیں کی حالانکہ اجدادی نے ایک قصیدہ میں ان کی تحریف کی ہے ، آگاہ کو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے غیر معمولی عقیدت تھی ، اس لئے ان کی شان میں بہت سے عربی فارسی اور اردو قصائد لکھے ہیں ذیل میں ان کا ایک مختصر قصیدہ نقل کیا جاتا ہے ،

بگداخت جانم گردون بیداد	یا شاہ بغداد فریاد فریاد
مسکین غریبم حسرت نصیبم	کلفت قریبم از جان داشاد
بس بے پناہم لطف تو خواہم	پنہاے راہم شیخا بارشاد
تا چند حیراں باشم ازیناں	اے شاہ احسان اے غوث امداد
داری کماہی شان الہی	بخشی چو خراہی فیض خداداد
دارم چو ایمان پیدا و پنہاں	ذکر تو در جاں نام تو بریاد
آشفتمہ حالم حیرت خیالم	دل پر ملالم یا غوث فریاد
دارم ازین دل ہر لحظہ مشکل	شد درپے گل ایں عمر برجاد
وحشت اسپرم محنت خیرم	شو دستگیرم اے فرد افراد
ہردم خلدنیش در سینہ ریش	بیزارم از خویش اے قطب اوتاد
چوں خاک پایت اے من فدایت	سردر ہوائت آگاہ بنہاد

(باقی)

ہندی تصانیف ہم نے آگاہ کی غیر عربی اور غیر فارسی

کتابوں کو ہندی تصانیف سے اس لئے موسوم کیا ہے کہ آگاہ
نے خود اپنی مختلف کتابوں میں ان کو ہندی سے تعبیر
کیا ہے ، دوسرے یہ کہ ان کی زبان نہ تو ڈھینٹ دکھنی تھی ،
جیسے کہ اس وقت اس ملک میں رائج تھی اور نہ بالکل اردو
جیسی کہ اس وقت شمالی ہند میں رائج تھی ، اس زبان میں
آگاہ نے نشر میں کوئی کتاب نہیں لکھی ، ان کی تمام تر تصنیفات
ظہر میں ہیں ، البتہ اپنی منسوم تصنیفات کے دیباچہ نشر
میں لکھے ہیں ۔

آگاہ کی ابتدائی ہندی تصنیفات دکھنی کی طرف مائل تھیں ،
انہوں نے یہ تمام مثنویاں زیادہ تر سیر و مناقب میں لکھی تھیں ،
لیکن جنب شمالی ہند سے اظہری جیسے اردو شاعر دکھن وارد
ہوئے ، اور لکھنؤ اور گواپامو کے علماء کرام کے تشریف لائے تو آگاہ
نے صاف زبان اختیار کی ، جو اردو سے زیادہ قریب تھی ، انہوں
نے حسن و عشق کی داستانیں لکھیں ، اور اپنے فصاحت و بلاغت
کے جو وہ دکھائے ہیں ،

آگاہ اپنے اکثر ہمعصر اردو شعرا کے ناموں اور ان کے کلام
سے پورے طور پر واقف محاورہ ہوتے ہیں ، چنانچہ ان کی کتابوں
میں جاجا خراجہ میر درد ، مظہر ، فغان ، درد مند ، یقین ،
سوزان ، آہرو ، آرزو ، میر حسن ، تاجان ، اور سودا وغیرہ کے نام ملتے
ہیں ، تعجب ہے کہ ان کی کتابوں میں میر تقی میر کا نام نہیں
ملتا ، غالباً اذکے زمانہ میں انکو اتنی شہرت نہیں ہوئی تھی ، یا
مہکن ہے کہ آگاہ ان سے واقف نہ رہے ہوں ، اور اپنی کتابوں میں
ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہو ،

اُگاہ دکھنی اور دکھنی شجرا کی افضلیت کے قائل تھے ، انہوں نے مشنوی گلزار عشق کے دیباچہ میں اس پر طویل بحث کی ہے ، چنانچہ لکھتے ہیں ،

” مقصود اس تہجد سے یہ ہے کہ اکثر جاہلان بے معنی و ہرزہ درایان لایعنی زبان دکھنی پر اعتراض اور گلشن عشق و علی خامنہ کے پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں ، اور جہل مرکب سے نہیں جانتے کہ جب تک ریاست سلاطین دکن کی قائم تھی ؛ زبان ان کی درمیان ان کے خوب رائج اور طبع شہادت سے سالم تھی ، اکثر شجرا وہاں کے مثل نشاطی ، قراتی ، شوقی ، خوشنود ، خواصی دوقی ، ہاشمی ، شعلی ، بدری ، نصرتی ، مہتاب و غیرہم کے بے حساب ہیں ، اپنی زبان میں قصاید و غزلیات و مثنویات و مقطعات نظم کئے اور داد سخنوری کا دے ، لیکن نصرتی ملک الشعراء تنگ نظری سے مبرا ہے ،

جب شاہان ہند اس گلزار جنت نظیر کو تسخیر کئے ، طرز و روز مرہ دکھنی بھجے محاورہ ہندی سے تبدیل پانے لگے ، تا آنکہ رفتہ رفتہ اس بات سے لوگوں کو شرم آئے لگی اور ہندوستان مدت تک زبان ہندی کے اسے برج بھاکا بولتے ہیں ، رواج رکھتی تھی ، اگرچہ بخت سنسکرت ان کی اصل اصول مخرج فنون و فروع و اصول ہے ، پیچھے محاورہ برج میں الفاظ عربی و فارسی بتدریج داخل ہونے لگے اور اسلوب خاص کو اس کے کھولنے لگے ، سبب سے اس آمیزش کے یہ زبان ریختہ سے مسی ہوئی جب ثنائی و ظہوری نظم و نثر فارسی میں بانی طرز جدید کے ہوئے ہیں ، ولی گجراتی غزل ریختہ کی ایجاد میں سبھوں

کا مبتدا اور ایستاد ہے ، بعد اس کے جو سخن سنجان ہند بروز
 گئے ، جب شہید اس پنج کو اس سے لگے ، اور من بعد اس کو
 پایلوب خاص مخصوص کر دے ، اور اسے اردو کے چھا کے سے مرسوم
 دے ، اب یہ مبادیہ ، مستحکم شہروں میں ہند کے جیسا شاہجہان
 آباد ، لکھنؤ ، و اکبر آباد وغیرہ رواج پایا ، اور جو چاہے سپہوں
 کے میں بھایا ،

اواخر عہد محمد شاہی سے اس عصر تاہک اس فن میں اکثر
 مشاہیر شعرا عرصہ میں آئے ، اور اقسام منظومات کو جلوہ
 میں لائے ہیں ، مثل درد ، مظهر ، فغان ، درد مند ، یقین ،
 سوزان ، اجر - آرزو ، سردا ، تاجاں وغیرہم ، لیکن ان سپہوں نے
 کوئی بھی مشنوی مستعد نہیں کیا ، فقط غزلیات و قصائد
 و مقبضات پر اکتفا کیا ، بارے اس عصر میں حسن دہلوی ایک
 مشنوی مختصر لکھا ، دریافت اس کی میرز مصنف پر موقوف
 رکھنا اول ہے ، بر خلاف شعراے دکن کے کہ اکثر مشنویات کہے
 ہیں ، بالاتفاق غزل بولنا آسان ہے ، اور مشنوی کا کہنا دشوار
 و گراں ہے اسی لئے ملک شعراے دکن بطور تعریض کہتا ہے ،

دس پانچ بیتاں کہ اسے شوقی اگر تو کیا ہوا

معلوم ہوتا شجر اگر کہتے تو اس دستار کا ،

شعراے شمالی ہند میں خواجہ میر درد حضرت مرزا مظهر
 جانجنان کو شاعر عرفان کی حیثیت سے اور سودا کو ریختہ
 گر کی حیثیت سے مانتے ہیں ،

” اور جو اسے بھائی کہ ان سب شعرا میں بعضے فقط
 شاعر ہیں اور بعضے شاعری کے سبب چاشنی عشق عرفان میں

بہی ماہر ہیں ، مثلاً مولانا شاہ ندیم انتہ ندیم تخلص و قاضی
 مہمود پدری تخلص صاحب من لکن شعراء دکن سے اور مرزا
 مظہر جانجنا و خواجہ میر درد شعراء ہند سے ، بعد ازیں
 مخفی نہ رہے تمام ریختہ گردوں میں سودا اعتبار نمایاں پایا ،
 شہالی ہند کے ارباب کمال سودا کو سب شعراء پر فضیلت
 دے رہے تھے ، لیکن آگاہ ملک الشعراء نصرتی کی تعریف کرتے ہیں ،
 ” بعضے اس قدر اس کے باب میں دفتر اشتراق کا کھولتے
 ہیں ، کہ اس بیچارے کو سب شعراء ریختہ گو ہلکے تمام ادبائے
 فارسی سے افضل و بہتر بولتے ہیں اور وا عجباً دل و ادھر تا ملک
 شعراء نصرتی کو نہیں مانتے اور قدر اس کے سمجھ لال کی
 نہیں جانتے ، بڑی دستاویز ان کی یہ ہے کہ زبان اس کی کج
 میج ہے ، زہے دریافت و خوشا سخن فہمی و عجب سوچ ، آیا نہیں
 جانتے کہ اتخاق سے شعراء عرب و عجم و ہند کے معنی جان
 سخن آبدار اور لباس مستعار ہے ،“

اس کے بعد نصرتی کے گلشن عشق سے کچھ اشعار نقل
 کر کے سودا کے کلام کے ساتھ ان کا موازنہ کیا ہے اور لکھا
 ہے ، ” تعصب کو یک طرف رکھ کر سب کلیات سودا کو پیشور
 ملاحظہ کر کے انتخاب کر کے اور ان سپہرین کو یک داستان
 گلشن عشق یا علی نامہ سے مقابلہ دیوے کا انداز سے اس کے
 اور اس کے بواقعی واقعہ ہونے ، سودا کو چھوڑ دے جس شاعر
 فارسی گو سے چاہے ، خواہ قصاید میں خواہ مثنوی میں ، اسے
 موازنہ میں لاوے بال فعل یہی مہر و ماہر کہتا ہے فن طرازی عاقل
 خانی رازی کے تئیں قصیدہ مہر و ماہر مدد ملتی کا گلشن عشق سے

مواجہت کر دیکھئے تا مجھے مثل دکھائی کے ہات کنگن کو اُرسی
کیا کار خوب سمجھے۔“

میرزا رفیع سودا آگاہ سے تیتیس سال بڑے تھے اور ان سے
چچیس برس پہلے انتقال کیا تھا کیونکہ وہ سنہ ۱۱۲۵ھ میں پیدا
ہوئے اور سنہ ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی تھی، اردو شعرو شاعری
کی حیثیت سے دکن میں سودا ہی کو زیادہ شہرت حاصل تھی
اسی لئے آگاہ نے جابجا ان پر تذکر کیا ہے، تہذیب الادبیات کے آخر
میں لکھتے ہیں،

دیکھ تو ہندی کتابوں کو سبھی دور قصائد ریختوں کو دیکھ بھی
کیں ہیں سب الفاظ وہ زیر و زجر خاص تازی فارسی ہے پاخیز
مجھ کو رب میرا دیا قدرت یتیم کہ کہے انصہر منکم نصرتی
کھولوں گے اردو کے دھاکے میں زبان سود سب سودا کا ہو جاوے زبان
جوں دیا ہندی میں جس مجھ کو خدا فارسی تازی میں یوں دیکھا کیا
فخر نہیں کرتا ہوں میں اے نیک نام دیکھ تینوں بات میں میرا کلام

اپنی مشنوی گلزار عشق کے خاتمہ میں لکھتے ہیں،

اگر دیکھے اس نظم کا طہطراق تنہا دق سے سودا کے ہو احتراق
مجھ نصرتی ساتھ ہے گفتگو اسے کیا ہے طاقت کہ ہو روبرو
یہ محض آگاہ کی شاعرانہ تسلی تھی، ورنہ وہ ان کے کمال
کا اوروں کی طرح بہت اعتراف کرتے ہیں، چنانچہ خود ہی
لکھتے ہیں،

”باوجود ان سب مراتب کے ہم انصاف کرتے ہیں کہ مرزا

رفیع سودا قصائد و غزل میں بڑا سخن تراش و صاحب تلاش
ہے، محاورے بہت صاف میں چکانے زمانہ اور شوق مزاج اور

رنگینی طبیعت میں ہر کہیں افسانہ، پور، افسوس کیہ ہجوہاے
 ریک سے آشنائے اور تدین و تمکین سے بیگانہ تھا،
 اب ہم آگاہ کی ہندی تصنیفات کی ایک مختصر فہرست پیش
 کرتے ہیں، بڑی تقطیع ۲۷۵ صفحہ ہر صفحہ میں ۱۹ سطر اور ہر سطر
 میں چار مصرع یعنی دو شعر ہیں

۱۔ ہشت چہشت، یہ آندھرتی صائم کے حالات و خصائص
 اور معجزات پر آٹھ رسالوں کا مجموعہ ہے، ہر ایک رسالہ کی
 بدھ دوسرے سے جدا ہے، ہر ایک رسالہ کا ایک نام ہے، ابتدا میں
 دکنی نثر میں ساڑھے چار صفحوں کا ایک دیباچہ ہے اس کے
 بعد فضایل ذکر سپر و شہاویل و جرکات مولود میں ایک نظم
 ہے اس کے بتدریج ذیل آٹھ منظوم رسالے ہیں جن کی تفصیل
 یہ ہے

(۱) من دیپک - اس میں نورمندی کے سلسلہ بدھ سلسلہ منتقل

ہونے کی تفصیل دی ہے

(۲) من ہرن - اس میں ان تمام بشارتوں کا ذکر ہے جو

قدیم کتب مقدسہ میں وارد ہوئی ہیں

(۳) من موہن - اس میں سنہ ولادت سے لیکر آٹھ سال

تک کی عمر کے حالات بیان کیے ہیں

(۴) جگ سوہن - اس میں وفات تک کے تاریخی حالات

بیان کئے ہیں

(۵) آرام دل - اس میں آندھرتی صائم کے شہاویل و اخلاق

اور عبادات کا ذکر ہے

(۶) رادت جان - اس میں آنحضرت صلعم کے خصایص بیان کیے ہیں ،

(۷) من درپن - اس میں معجزات نبوی کی تفصیل ہے ،

(۸) من جیون - اس میں فرضیت مدینت اور فضایل درود و زیارت قبر نبوی کا بیان ہے ،

من درپن کے ساتھ اعجاز قرآن پر ایک مشنوی شامل ہے جو بطور حاشیہ کے لکھی گئی تھی ، یہ کتاب در حقیقت امیرالامرا بہادر کی موصلة افزائی پر لکھنی شروع کی تھی ، ابتدائی چھ رسالے سنہ ۱۱۸۲ سے سنہ ۱۱۸۲ تک تصنیف ہوئے تھے ، اس کے بعد مختلف مشغولیتوں کی بناء پر دوسرے رسائل کی تکمیل نہ ہو سکی تھی یہاں تک کہ سنہ ۱۲۰۲ میں امیرالامرا کا انتقال ہو گیا ، اس کی وجہ سے آگاہ کا دل بھی کچھ سرد پڑ گیا ، بعد میں دوستوں کے اصرار پر سنہ ۱۲۰۶ء میں آخری دو رسالے تصنیف کئے ، اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں

”چھ رسالے اول کے مع رسالہ عقاید و تدفین النساء سنہ یک ہزار و یک سو اسی اور پانچ میں اور سنہ ۱۱۸۶ یک ہزار و یک سو اتر اسی اور چھ میں جمع ہیں ، پیچھے اس کے بہت گھنیل ہتوی ، کیا واسطے کہ ایک رفیق با توفیق و جلیس انیس کہ ان رسالوں کا طالب اور ایسے خیر کے کاموں پر راغب تھا سو رحلت کیا ، حق تعالیٰ اس پر رحمت کرے اور اے آپے مغفرت سے نوازے اور بہت مواضع بھی درپیش ہوئے ہر چند اس اثنا میں بعض دوستوں واسطے دوسرے رسالوں کے بولے پن اتفاق ان کے پناہ کا نہیں ہوا آخر ابتدا سنہ یک ہزار

اور دوسو چھ مہینوں میں رسالہ من در پن اور من جیوں بھانڈے کا اتفاق ہوا اور رسالہ آرام دل میں بیان عادات شریف کا اور رسالہ راحت جان میں بیان اکثر خصائص امت کا اور رسالہ جگ سون میں حضرت کی نبوت سے تا وفات ان کے صلی اللہ علیہ وسلم داخل کیا گیا، ان آٹھ رسائل میں تخمیناً آٹھ ہزار اور چھ سو اوپر پچاس بیت ہیں اور سرخیوں کے ساتھ دو ہزار بیت ہونگے، چوندکے یہ کتاب مجالس میلاد کیلئے لکھی گئی تھی، اس لیے زبان سادہ اور عام فہم اختیار کی گئی اور اس کتاب کے بارہ حصے کے گئے، اول کے چار رسالے چار حزب آرام دل دو حزب، راحت جان ایک حزب، من در پن چار حزب اور من جیوں ایک حزب قرار دئے گئے، یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ کئی مرتبہ مدارس میں پڑھی اور آج تک اکثر گھروں میں میلاد کی مجلسوں میں پڑھی جاتی ہے،

ان رسائل سے مقصد شاعری نہیں تھا، بلکہ عوام الناس کی اطلاع ان کا مقصد اصلی تھا، اس وجہ سے زبان دکھنی اختیار کی تا کہ سب کی سمجھ میں آوے

” ان رسالوں میں شاعری نہیں کیا ہوئی بلکہ صاف و

سادہ کہا ہوئی اور اردو کے جھاکے میں نہیں کہا گیا واسطے کہ رہنے

والے یہاں کے اس جھاکے سے واقف نہیں ہیں،

نہ دولا یہ سخن شعرا کے ڈھب سے لکھا ہوئی صاف و سیدھا دو سبب ہم

اول پاس احادیث صفا کیش لکھا ہوئی ان کوں جوں تھے بے کمر

[و بیش]

کہا ہوئی ترجمہ اخبار کا جب تو کیوں دخل اس میں پاوے

[شعر کا ڈھب]

بھی یہ نسخہ کہ ہے اس فی بنا ہیئنگا عوام الناس خاطر
[میں نادر]

نزاکت شعر کی وہ جانتے نہیں دقائق اس کے کچھ پہچانتے نہیں
کہا صاف اس لئے یہ نظم مرغوب کہ تاسب امیاں سمجھیں اسے خوب
اگر بھاکہ میں اردو کے میں کہتا کوئی اسکوں یہاں کے لوگوں سے
[شہ چہتا]

اس سے پہلے دکھنی میں بہت سی کتابیں لکھی گئی تھیں
مگر ان میں بہت سی بے اصل روایتیں تھیں، اس صحت کے
ساتھ کسی نے آنحضرت صلعم کا تذکرہ مرتب نہیں کیا تھا
چنانچہ خود کہتے ہیں،

” اے بھائی یہ رسالہ دکھنی میں ہیں کرکر سہل اور سرسری
نجان، کیا واسطے کہ بڑے معتبر کتب سے تحقیق کرکر لکھا
ہوں، اگر وہ تمام کتابیں تو دیکھینگا یا کسی سے سنیگا تو تجھے
قدر ان رسالوں کی معلوم ہوینگی، اے بھائی اگر تجھے ان
رسالوں میں کہیں شبہ ہووے تو اپنے وہم و گمان سے اعتراض
نکر جاؤ۔ ان کتابوں میں کہ ان رسالوں کے اصل اور ماخذ ہیں نظر
کر، کیا واسطے کہ میں بہت تحقیق و تحقیق کرکر لکھا ہوں،
ان کتابوں سے بھی مقلدان کے مانند نہیں لیا ہوں بلکہ ان
میں جو اصح تھا سو اخذ کیا ہوں“

ہے بہت دکھنی کتابوں کا بیانی بے گمان موضوع و بے اصل اے میاں
جیسا فتاحی لکھا ہے محجزات اکثر اس میں ہے غلط ہوں
[جھوٹ بات]

ہوریوں نور و شہانیل کا بیانی ہوریوں محراج ناعہ اے میاں
ہوں و ذات شاہ کا ذکر اس خط اکثر ان نسخوں کا مضمون ہے غلط
جو ہے بے اصل و غلط اے نپک نام اسی کے تین پڑھنا و سننا ہے حرام

خاص کر در ذکر سالار پشور
 چن میرے آٹو رسالے اے گھنچیر
 ترجمہ ان میں حدیثوں کا دے سب
 ذخریں کرتا ہوں میں اے سینہ صاف
 اگر چہ معجزوں کے ذکر اندر
 ولے اکثر غلط اس کا بیان ہے
 حدیثوں میں نہ ہی جسکی دکانا
 کیا دوں جو پیاں میں معجزات اب
 صدیح دیں سب روایات اسکے اے یار
 نکالا ہوں خلاصہ کتے کتب کا
 چن اس اسلوب و اس ترتیب کے تیں
 اگر دیکھینگا توں جب وہ کتاباں
 کوئی خصائص آج تک بولیا نہیں
 دے عربی میں خصائص کا بیان
 عورتاں ہو رامیاں سب اے فتا
 اس سبب دکھتی کیا یہ نظم میں
 آگاہ نے یہ تذکرہ بھی بہت مختصر لکھا، کیونکہ لرگون
 میں مطول کتابوں کے پڑھنے کا ذوق جاتا رہا،
 نہیں دے علم کا اب شوق کس کوں
 بہ جوش حرص سب مردان و عورات
 نہیں دے کس کی ہرگز داد دیی کا
 متفق ہیں اہل علم اس بات پر
 شاہ کے احوال میں ہیں بے نظیر
 دور ہیں سب لبریز از عشق و ادب
 بات میں میرے نہیں دے کچھ اختلاف
 میں نسخے بہت دکھنی اے برادر
 محدث پاس جھوٹ اس کا عیاں ہے
 حرام ہے اس کا پڑھنا اور پڑھانا
 دے بے شک ترجمہ اخبار کا سب
 نہیں کذب و غلط کوں اس میں
 [کچھ بار
 دیا دوں داد اپنے دل کے حب کا
 نہیں دیکھا دوں کوئی نسخہ منہ
 میں]
 تو صدق اس بات کا بوجینگا اس آن
 نظم میں اس کے زباں کھولیا نہیں
 فارسی میں بھی ہے اے روشن رواں
 نہیں ہیں ان دو ذباں سے آشنا
 فائدہ تا اس کا پونہچے سب کے تیں،
 آگاہ نے یہ تذکرہ بھی بہت مختصر لکھا، کیونکہ لرگون
 میں مطول کتابوں کے پڑھنے کا ذوق جاتا رہا،
 نہیں دے علم کا اب شوق کس کوں
 بہ جوش حرص سب مردان و عورات
 نہیں دے کس کی ہرگز داد دیی کا
 خصوصاً نہیں سیر کا ذوق کس کوں
 گتے ہیں شغل میں دنیا کے
 [دن رات
 نہیں دے کوئی بھی طالب اس
 یقین کا

نہ شاہ انجیا کا کوئی عاشق
 لکھا اس واسطے میں مختصر کر
 نہ اس کے ذکر کا ہے کوئی شائق
 پڑھے تا اس کوں نہ کوئی ام
 [برادر]
 روز و شب اس کام میں ہے مشغول
 ہزل کے باتاں میں ہے چالاک
 دین کے کاماں میں ہے ہر کوئی
 [سست]
 آگاہ کا خیال تھا کہ ربیع الاول کے ابتدائی بارہ دنوں
 میں مسلمانوں کو عید کی سی خوشیاں منادی چاہئیں، چنانچہ
 امیروں کو حکم دیتے ہیں،
 کرنا یوں مولود ہے غریبا اوپر
 لازم ان پر ہے کہ اس مہینے بہتر
 شہر کے کوچوں کو جھڑوانا تمام
 کرنا اس میں بہت زینت دلفروز
 شہریوں کو کرنا تاکید اکید
 ہر طرف مولود کا دینا رواج
 جن کو استعداد ہے تازی پڑھیں
 فارسی دانان پڑیں نیت فارسی
 نہیں عربی فارسی میں جنکوں رات
 غیر بدعت کی کہ ہے مذموم و شوم
 کہ نہ پہنچے اس کو ہرگز کوئی طرب
 جب دصاری روز میلاد مسیح
 مومنان اولیٰ ہیں در شک اے فتا
 دیوبند ایسا بھجت و عشرت کا داد
 غلغلہ عیدیں کا یہاں جاوے دب
 انبساط و جشن کرتے ہیں صریح
 تا بروز مولد خیر الدوری
 کہ نہ ممکن ہووے اس پر کچھ زیاد

عام لوگوں کو بدعت سے بچنے کی تاکید کی ہے اور اس کی

بجائے اعمال صالحہ اور اطعام، طعام کی ترغیب دلائی ہے،

پن دینے سب برکات تب پاونگا تو کہہ بصدق اس کو دجلاوینگا تو

ہو تو بدعت سے کرینگا احتراز یعنی ان روزوں میں اسے با امتیاز

مت چراغوں میں تو ڈال اپنا مزاج روشنی بس ہے بقدر احتیاج

راگ و رنگ سے بھری ہے واجپ ہزل و بازی میں نہیں رات صواب

[اجتناب]

اپسے جو کاماں ہیں ان سے منہ پھرا تا دوازہ تجھ کو شاہ دوسرا

خاص بارہ دن تلک اس اہل شوق اس عبادت کا رکھو دن رات فوق

جس قدر مقدور ہے تم کو تمام اس قدر البتہ پکواؤ طعام

اہل علم و صالحان کو جہج کر ہو ربخو و عطر سے مجلس کو بھر

تم پڑھو سب مل کو قرآن ہو درود ذکر میں اس کے زباں دل در شہود

جو اٹھے احوال اس شے کے تمام ہوؤ تم پڑھکر انو کو شادکار

دکھائی یا تازی اچھیں یا فارسی دل کے تیں اس سے کرو جوں آرسی

آگاہ کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ حرمیں شریفین کی زیارت

کر آئیں، مگر یہ موقعہ شاید ان کو نصیب نہیں ہونگا، اشتیاق

میں، آپ نے یہ تمنا ظاہر کی ہے،

کہ چلتا سر سے جاؤی تا مدینہ مدام اس ذکر میں ہے یہ کہینہ

رہوں وہاں ہو مریں وہاں ہو عینیت سے تیرے یہ سبب ہے آسان

کہ کب جاگچنگے اسے مولا میرے بھاگ [اڈھوں وان]

گٹے ہیں ہوش و حسی اس ذکر سے کتب جاگچنگے اسے مولا میرے بھاگ

مجدھے دے شہر میں تیرے اقامت نظر سے آپنے مجھوں گرامت

آگاہ نے اپنے زمانہ کی سیاسی کشمکش کا اظہار ان اشعار میں

کیا ہے

ہوں اپنے سے یہاں کہ بھوت جیزار جہت اس بات سے پاؤا ہوں آزار
 ہوا ہے کفر کا یہاں گرم بازار ماسماناں اوپر ہے سخت دشوار
 سے یاں مشکل ان پر آکر ڈا ہے پہاڑ ان کے سر اوپر آپڑا ہے
 کدھر جاویں کہ یہ لشکر ہیں تیرے اگر ہیں نیک و بد چاکر ہیں تیرے

آگاہ نے کئی جگہ استغناء طبعی کیا ہے دعا کی ہے ،

ار مقصد ام صاحب مدراج یہ ہے کہ ذکر کس کا محتاج
 ام مالک ناسوت و ملائکوت دے ہاتھ سے تیرے میرا قوت
 نا زور توکل ہے مجھ میں تا بیٹھوں نیک جا بہت سین
 نا کسب حلال آقا ہے مجھے یہ دشواری ظاہر ہے تجھے
 یا مجھ پر توکل کر آسان یا کسب حلال ام شاہ جہاں
 یا مخزن نعمت سے تیرے دے روزی رحمت سے تیرے

یہ کتاب غالباً سب سے پہلے سنہ ۱۲۶۲ھ میں سید احمد ندوی مدظلہ
 مولوی باقر آگاہ کے اہتمام سے اور جناب جعفر صاحب کی تصدیق
 سے مطبع کشن راج مدراس میں طبع ہوئی ، اس کے بعد کئی مرتبہ
 چھپی اور ذروخت ہوئی ، ضرورت ہے کہ اس کا ایک عمدہ اور تصحیح
 انڈیشن چھاپا جائے ،

۲۔ رسالہ عقاید۔ اس مشنوی میں اہل سنت و الجماعت کے
 عقاید بیان کئے ہیں ، اس کے اشعار کی تعداد چار سو بیس ہے ،
 سبب تصنیف یوں بیان کرتے ہیں ،

کتاباں ہیں عقاید بیچ ہر کیں ولے دکھنی زباں میں کہیں دے نہیں
 عوام الناس کوں ہو رورتاں کوں نہیں جو آشنا ہیں فارسی سوں
 ہے فرض عین مرداں پر سراسر سکھانا ان کو اقدام پیہر
 کیا ہوں میں یہاں اس نظم اندر عقاید اہل سنت کا سراپ

کھا نہیں میں کبھی دکھنی میں اشعار مجھے ہے شعر کہنے سے بہت عار
ولے یہ نظم بدولیا بالضرورت پڑھے تا اس کو ہر امی و عورت
یہ رسالہ بھی کئی بار چھپ چکا ہے

۳ — تحفۃ النساء - اس مثنوی میں حضرت فاطمہ زہرا ،
حضرت زینب حضرت رقیہ - حضرت ام کلثوم - حضرت خدیجہ -
حضرت عائشہ - حضرت حفصہ - حضرت زینب بنت جحش -
حضرت سودة - حضرت ام سلمہ - حضرت زینب بنت جحش -
حضرت جویریہ - حضرت ام حبیبہ - حضرت صفیہ - حضرت میمونہ -
حضرت ماریہ - حضرت ریحانہ سیدہ فاطمہ صغری - سیدہ نفیسہ -
سیدہ عائشہ - سیدہ ام الخیر فاطمہ سیدہ ام مہد عایشہ -
سیدہ راجعہ بصریہ - سیدہ محتاجہ ، سیدہ شجرانہ سیدہ عقیقہ ،
سیدہ فاطمہ خراسانیہ ، سیدہ ام علی ، سیدہ ام مہد سیدہ راجعہ
ثانیہ ، سیدہ حکیمہ کے مناقب بیان کیے ہیں ، یہ رسالہ خاص
طور پر عورتوں کیلئے لکھا تھا ، چنانچہ کہتے ہیں

امت میں نبی کے جو ہیں عورات افضل ہیں سب عورتاں سے سن بات
لکھتا ہوں میں اس کتاب اندر احوال نام کا ہے برادر
اس شاہ کے دختران کا احوال اس شاہ کے عورتاں کا احوال
امت میں جو عورتاں تھے کامل تھا قرب خدا کا ان کو حاصل
آغاز کیا ہوں فاطمہ سوں کیا واسطے ار ہے سب کی خاتون
عالم میں جو عورتاں ہیں اکمل ان سب سے فاطمہ ہے افضل
یہ قول صدیق ہے اے برادر اس مت پو ہیں اہل علم اکثر
یہ نسخہ کھا ہوں بہوت آسان تا اس کو سب امیاں کرے گیاں
یہ نسخہ کتہ ہے عجیب و نادر مخصوص ہے عورتاں کے خاطر
عورات کے واسطے بجا ہے نام اس کا بھی تحفۃ النساء ہے

اس رسالہ کے جہلۂ اہلیات آٹھ سو ہیں اور یہ سنہ ۱۱۸۵ ھ میں

لکھا گیا تھا ،

ہیں آٹھ سو اس کے جہلۂ اہلیات پڑھنے میں ھ اس کے بہت برکات

گیارا سو اوپر تھے پمچ و ہشتاد ہجرت سے بنا ھ تب یہ رکھ یاد

یہ رسالہ دہی کئی بار چھپ چکا ھ ،

۴ — محبوب القلوب - یہ مثنوی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر ھ ، اس کا ماخذ زیادہ تر بھجۃ الاسرار

ھ جو شیخ نورالدین علی شطنوفی شافعی کی ایک قابل قدر

عربی تصنیف ھ ، شیخ موصوف دو تیس واسطوں سے شیخ عبدالقادر

جیلانی کے مرید تھے ، انہوں نے اپنے بزرگوں سے سن کر شیخ

جیلانی کے مستند حالات قلمبند کئے تھے ، آگاہ طریقۂ قادری تھے ،

کرنٹک میں عبدالقادر جیلانی کی ذات سے لوگوں کو بڑی عقیدت

ھ ، اس لئے ہر سال مجالس میلاد منقذ کی جاتی ہیں اور بڑے

اہتمام کے ساتھ قصائد خوانی ہوتی ھ اور مواعظ سنائے جاتے

ہیں ، عوام کی اصلاح اور ان کے رشد و ہدایت کیلئے آگاہ نے

یہ ضروری خیال کیا کہ عام فہم دکھنی زبان میں شیخ عبدالقادر

جیلانی کے مستند حالات پیش کیے جاتیں ، چنانچہ سنہ ۱۲۰۶ ھ

میں آگاہ نے یہ کتاب لکھی ، بھجۃ الاسرار کی تصدیق کرنے

کے بعد لکھتے ہیں ،

وہ ہیں سب عربی یہ کتاباں نہ پڑھ سکتے ہیں ان کو فارسی

لکھ اس واسطے کہ تک اختیار [خوان]

لیکن امیاں اور اکثر عورات سوجھتے نہیں ہیں بالکل فارسی بات

کہا ہو اس لیے یہ نسخہ منظوم کے ہر وہ سب کو آسانی سے مفہوم

وہ سب جہیں عوث کے تا کچھ مناقب
کہ حق کیا کیا دیا اسد و مراتب
جہت نسخوں سے یہ مضموں لیا ہوں
جہت تحقیق سے اس کو لکھا ہوں
خلاصہ ان کتابوں کا میں لیکر
کیا ہوں درج اس نسخے کے اندر
لکھا ہوں صاف یہ نظم ہے برادر
کہ ہے کام امیوں سے اس میں اکثر
لطف شہر کی وہ جانتے ہیں
نزاکت اس کی کچھ پہنچانتے ہیں
جہی اردو کی زباں میں نین کہا میں
کہ اس بھاکے کو یاں کوئی جانتا نہیں
اس کے کل اشعار کی تعداد اچار ہزار ترسٹھ ہے ، چنانچہ
خود ہی کہتے ہیں ،

دعا ششم سال بارا سو اپر جب
بفال خورش ہوا ہے یہ مرتب
تمام ادبیات اس کے ہے مساعد
ہوے چار الف و ترسٹ پے قصائد
آخر میں پچپن پچپن شعر کے دو قصیدے ہیں ، جن میں
سچد عبدالقادر چیلانی کی مدح کی ہے ، پہلے قصیدہ کا مطلع یہ ہے ،

پڑا ہوں ورطہ اندود و محنت میں بے حیرانی
میری اب دستگیری کر تو ہے محبوب سبھانی

دوسرا قصیدہ ذوالہطلعین ہے ،

کیوں حسن کا دکھاوے ہے کرو فر آفتاب
ڈکے دور کر نقاب کہ ہوشپر آفتاب
کرتا ہے لعل سنگ سیہ کوگر آفتاب
تو جام می کر لعل سے اپنے کر آفتاب

اس کتاب کی ابتدا میں ایک نثری دیباچہ ہے ، اس میں
لکھا ہے کہ اسرار تصوف اور حقایق سلوک کے بیاں سے آگاہ نہ
قصدا احتراز کیا ہے ، کیوں کہ یہ چیزیں عوام کی سمجھ
سے باہر ہیں ،

”ملفوظات طیبات اس جناب بابرکات کے حقایق و اسرار و حقایق سلوک میں باتفاق اولیا ہے نظیر میں نہیں لکھا ہوں کیا واسطے کہ جن لوگوں کے واسطے یہ رسالہ شاہے، سرگز اس کو سوجہ نہا سکینگے،“ یہ کتاب بھی کئی مرتبہ چھپ چکی ہے، ہ — ریاض الجنان۔ یہ مثنوی اہل بیت کے فضائل میں ہے، اس میں ایک مقدمہ اور بارہ روضہ ہیں، دیباچہ میں حمد و نعت اور ان کتابوں کی تفصیل کے بعد جن سے اس کتاب کے لکھنے میں مدد لی گئی ہے، تحریر کرتے ہیں،

”بعض علماء ان مناقب اشرف کو فارسی کتابوں میں سیر کے درجہ کرتے ہیں، لیکن کوئی کتاب مستقل اس بیاب میں اب تک دیکھنے میں نہیں آئی ہیں، پس تصنیف ہوذا اس کا فہدی زبان میں معلوم، مگر یہ کہ ولی ویلوری و شہداء حیدرآباد دکنی زبان میں در نسخہ منظوم لکھے ہیں، ان کا نام روضۃ الشہداء اور روضۃ الاطہار مناقب عترت اخیار کے ان دونوں میں بہت کم ہیں، بلکہ نہیں ہیں، واقعات شہادت کے کچھ تفصیل کیے ہیں اور اکثر بیاب دونوں کا غلط ہے اور بے اصل ہے جیسا انتقام چہما عکاشہ کا آنحضرت صلعم سے،“ پھر آگے چاکر لکھتے ہیں،

”اکثر اہل سیر اس فن کے تساہل و سہل انگاری کے تیس شیوہ اپنا کر کر تواریخ کے لکھنے میں ضبط و تدقیق نہیں کرتے بلکہ رطب و یدا بس جو پائے سو لکھ گئے، اس جہت سے ان کی کتابوں میں غلط باتیں اور بے اصل روایتیں بہت پائی جاتی ہیں، جیسا حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور روضۃ الشہداء بخلاف

ثقات حدیث کہ کہ تصانیف ان کی غایت تحقیق سے موزوں اور
نہایت تحقیق سے مشہور ہیں“

پھر بعض جاہل سنیوں کے متعلق جو شیعوں کی ضد
میں حضرت علی اور عام اہل بیت کی تحریف کرنے سے کتراتے
ہیں اپنی سخت ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہیں،

”اے بھائی جیسا اس وقت رفض کا بلوی ہے ویسا ہی کہیں
بعض جاہلوں میں تعصب کا غوغا ہے، ایسے متعصبان
حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو رفض کی طرف منسوب کیے
تھے، اور ایسے متعصبان امام ابو عبد الرحمن نسائی کو رضی اللہ
عنہ آزار دے تھے یعنی جب وہ بزرگ دمشق میں آیا حضرت
امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب میں یک کتاب بنایا،
اہل شام اس پر بلوی گئے، کہ حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے مناقب
میں بھی کتاب لکھنا تھا، وہ بزرگ جواب دیا کہ اس ملک میں
حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے جناب سے مندرخان بہت ہیں،
حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے جناب میں کوئی مندرخان نہیں،
اس لئے اوس جناب کے فضائل میں کتاب لکھا ہوں، باوجود اوس
کے بھی وہ خارجی مشرکان اوسے بہت آزار پہنچا دے،

اے بھائی یہاں بھی بعض مردم اس طور کے ہیں اگر مناقب
حضرات خادما ثلاثہ کی رضی اللہ عنہم اوس سے کہے تو ولولہ و
طرب اُن میں پایا جاتا ہے، و اگر مناقب حضرت امیر رضی اللہ
عنہ کے کہے تو چنداں خوشی و جوش نہیں کرتے ہیں، بلکہ
کسی بہادے سے اور اصحاب کرام کے ذکر طرف آتے ہیں، یہ طور
خروج و رفض کے خاستان کا ایک پھانٹا ہے، سنی پاک مشرب

کا طریقہ دیوں ہے کہ اگر ذکر حضرت صدیق اکبر کا آورے تو ایسا مشتاق ہو کر سنے کہ گویا صدیقی ہے ، اور حضرت عمر کے ذکر میں فاروقی ہووے اور حضرت عثمان کے ذکر میں عثمانی ہووے اور حضرت علی کے ذکر میں علوی ہووے رضی اللہ عنہم ، بدستور حضرت امام حسن کے ذکر میں حسنی ہووے اور حضرت امام حسین کے ذکر میں حسینی ہووے علی جدہما و علیہما الصلوٰۃ والسلام ،

حمد و ثناء کے بعد لکھتے ہیں

سارے اوصاف اوں کے بالتفصیل
عربی فارسی میں ہیں بے قیل
امیاں اور عورتاں اکثر
رکتے نہیں ہیں یہ دو زباں سے خبر
اور ہندی میں جو لکھے ابیات
نہیں ہیں اوں میں مناقب حضرات
ہے شہادت کا اوس میں ذکر فقط
اس لیے میں بنایا یہ منظوم
اس میں لکھتا ہوں کچھ مناقب آل
ہیں سند اس بیاں کے جہوت کتاب
جو یہ نسخہ میں ذکر ہیں یک یک
صاف اس واسطے لکھا ہوں میں
شاعری کا نہیں ہے اوس میں ڈھب
اور اردو زباں میں جولانیں
ڈھیٹ دکھنی میں بھی نہیں بولا
خاتمہ میں اس کتاب کی اہمیت جتاؤی ہے

سرسری دیکھ مت اوسے زہار

اور دکھنی کتب طرح اے یار

اسکا سنہ تالیف سنہ ۱۲۰۷ھ ہے اور اس کے کل اشعار کی تعداد

تین ہزار نمادوں ہے ، چنانچہ خاتمہ میں کہتے ہیں ،

بیب ڈھے دارا سو اور سانت برس تب جناح یسٹ نمبر آندس
 دینگے آبیات اوس کے تین ہزار اور خریدتے نہ پہلا تکرار
 یسٹ کتاب دہی چھپ چکی ہے

۶ — تدفیع الاحباب در مناقب اصحاب - اس مشنری میں
 بارہ جلیل القدر اصحاب کرام کے مناقب بیان کیے ہیں، اس کی
 ابتدا میں ایک نشری دیباچہ ہے، اس میں کہتے ہیں،
 ”اے دہائی اکثر ہلکے سبب دکھنی کتاباں جتانے والے بیاباں
 میں ایسے بہت غلط کیے ہیں کہ اس زبان کو بے اعتبار کر دے،
 اس لیے علماء ان کتابوں طرف التفات نہیں کرتے، آج تک کوئی
 کتاب دکھنی صحیح و معتبر میری نظر میں آئی نہیں، بعضے
 ان سے سرتاپا جھوٹ سے بھری ہیں، اور بعضوں میں جھوٹ
 زیادہ ہے، اور بعضوں میں جھوٹ کم ہے، روایات موضوع کا
 سننا اور سنانا اور پڑھنا اور پڑھانا اشد حرام ہے، اس بات پر
 سب علماء کا اجماع ہے، شکر خدا تعالیٰ کا کہ میرے تمام رسائل
 بہت صحیح و معتبر و نہایت مضبوط و مدلل ہیں کوئی محدث
 اور صاحب علم کو مقدور نہیں کہ اس کی کوئی روایت پر
 حرف رکھ سکے“

یسٹ کتاب پندرہ ابواب پر منقسم ہے، اور ہر ایک باب کی
 مختلف فصلیں ہیں، پہلے باب میں صحابی کی تعریف - اثبات
 صحابیت کثرت اصحاب، عدالت اصحاب، تعداد طبقات اصحاب،
 عدد خلفاء و نقبا وغیرہ پر بحث کی ہے، دوسرے باب میں وہ
 آیتیں پیش کی ہیں جو صحابہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں،
 تیسرے باب میں احادیث پیش کیے ہیں، اس کے بعد چار
 بابوں میں چار مشہور خلیفوں کے مناقب بیان کیے ہیں، یسٹ
 چاروں باب بہت طویل ہیں اور ہر ایک باب کئی فصلوں پر

مذکورہ ہے ، باقی کے آٹھ ابواب میں حضرت امیر حمزہ حضرت عباس ، حضرت زبیر ، حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبدالرحمن بن عوف ، حضرت طلحہ ، حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت سعید بن زید (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے مختصر مناقب بیان کیے ہیں ،

بعد و نعت اور مناقبت غوث و مدح ابوالحسن قربی کے بعد لکھتے ہیں ،

پہلے عربی ہیئت کے اکثر یہ کتب فارسی میں بھی ہیں کچھ اہل حب

اکثر عورات و یکسر امیاں

اس لئے لکھا ہوں اس نسخہ کو میں

نظم آسانی سے کرتا ہوں اسے

اوں کے سبھانے چہ من دہر تا

[ہوں جب

اور اردو کے زبان میں نہیں کہا

اس کے بعد اپنی گذشتہ

ہندی تصانیف کا ذکر کیا ہے ،

ذکر میں ختم رسل کے بیشتر

کر دیا ہوں وزن ہر ہر کا جدا

ہو لکھا بعد اوس کے محبوب القلوب

ہو لکھا بعد اوس کے ذکر آل جان

وہ رسائل سر بسر ہیں دلپذیر

اب میں لکھتا ہوں خدا کے فضل سے

اوس میں اوں چیزوں کا کرتا ہوں

[بیان

بولتا ہوں وہ مناقب کھولکر

نام اس کا تحفۃ الاحیاء ہے

مونس جان اولی الالباب ہے

خاتمہ میں اس کتاب کی اہمیت کے متعلق لکھتے ہیں

”چچہ ہے ہندی زبان کا اس میں ڈھب
معنہ اوس کے ہے حقیقت میں عرب

از عنایات کریم کارساز

کردیا میں نے دکھن کے تیں حجاز

نیں کیا ہوں کوتھی اس میں ذری

دیکھتے مت ہرگز اسے تو سرسری

مت سبک جاں اس کو ہندی ہے ککر

کر تامل سے تو خوب اوس پر بظہر

ضبط دور تحقیق میں بہتر ہے جان

بہوت عربی فارسی سے بھائی جان

اس کتاب کو صاف و سادہ لکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے

شعر کا ہرگز نہ لایا اس میں ڈھب

صاف بولا ہوں اسے ازبہ سبب

پہلے یہ ہے کہ عوام اسے نیک نام

جانتے نہیں شعر کی دقت تمام

وجہ دیگر یہ کہ ہے ذکر صاحب

ترجمہ اخبار کا ہے ارتیاب

شعر کی دقت سے نسبت کیا اوسے

جوں حدیثوں میں ہے وں کہنا اوسے

تیسرا یہ ہے کہ تہمیدات میں

استعارات اور تشبیہات میں

دور نہتے مضمون کے کرنے میں تلاش

دور لطیف انداز کے کرنے میں فاش

شاعری کا صرف اگر کرتا میں فن
دیتا وہاں جوں چاہئے داد سخن

ہوتا یہ نسخہ مطول بالضرور
ہمتیں مردم کہ ہیں اب پر قصور

نہیں ہے بالکل اُن سے امید اس قدر
کہ پڑھیں وہ شوق سے یہ مختصر

پس کروں میں کس دھروسے پر دراز
دیکر اُس کی شاعری کا جرگ و ساز
اس کہ باوجود اپنے کمال کی تعریف کی ہے

باوجود اس کہ میں در بعضے محل
کر گیا ہوں خوب اس فن پر عمل

ہر سبب اتنے بھائی اس نسخے بہتر

اور در دیگر رسائل سرچسور

بہت صفوت سے کہا ہوں شعر میں
دیکھتے ڈکے اذصاف سے اُن سب کے تین

کردیا ہوں اس کی میں ترکیب چست
ترجمہ اخبار کا بولا درست

نہیں کیا ہوں کچھ کم و بیش اس میں میں
صاحب فن بوجہ اس محنت کہ تیں

اس کے بعد عربی، فارسی اور اردو زبان پر اپنی قدرت
جٹائی ہے اور سودا اور نصرتی پر تفاخر کیا ہے

دیکھتے تو ہندی کتابوں کو سبھی
ہر قصائد ریختوں کو دیکھتے پھی

کیوں ہیں سب الفاظ وہ زیر و زبر
خاص تازی فارسی ام باخبر

مجھ کو رب میرا کیا قدرتیتی
کہ کہے القصص منکیر قصصی

کھولوں گے اردو کے بھاگے میں زبان
سود سب سودا کا ہو جاوے زبان

جوں دیا ہندی میں جس مجھ کو خدا
فارسی تازی میں یوں ایک کا کیا

فخر نہیں کرتا ہوں میں اے نیک نام
دیکھتے تینو بات میں میرا کلام

یہ کتاب سنہ ۱۲۰۷ھ میں تالیف ہوئی تھی اور اس کے کل

اشعار تین ہزار چار سو چھییس ہیں۔

درسین دیک الف و دو صد اور سات

فضل حق سے ختم پایا خوب دھات

ہینگے سب ادبیات اس کے بے گماں

سہ ہزار و چار سو چھییس جاں

اس کتاب کا ایک قلبی نسخہ مدراس کے سرکاری قلمی کتب خانے

میں ہے اس کے کاتب مبین حسین علی کرمائی ہیں، ختم

کتابت کی تاریخ سلخ ذی الحجہ سنہ ۱۲۰۸ھ ہے، یہ نسخہ مصنف

کی زندگی میں لکھا گیا ہے اور اس میں جو بیتن السطور

دو اشہ ہیں وہ غالباً مصنف ہی کے قلم سے لکھی گئی ہیں،

۷۔ فراید در فواید۔ یہ تقریباً ایک سو بیس صفحوں کا ایک

رسالہ ہے اس مثنوی کی ابتدا میں نشر میں ایک دیباچہ ہے،

اس کے بعد اصل کتاب کو ایک مقدمہ ستائیس ذوائد اور ایک

خاتمہ پر تقسیم کیا ہے اور ہر ایک فائدہ کے ماتحت ایک

خاص عنوان پر بحث کی ہے

اس میں اقسام وحی کیفیت وحی، نزول قرآن پر آسمان اول، مدت نزول پر آنحضرت صلعم، قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہونے کی وجہ، مکی اور مدنی سور و آیات کی تفریق، سور و اجزا و آیات کی تعداد اور ان کے نام، فضائل و خصائص قرآن مجید، جمع قرآن اور وہ اصحاب جنہوں نے اس کو جمع کیا، ہر ایک صحابی کے قرآن کی ترتیب، قرأت سبب، اصحاب کرام میں قاریوں اور حفاظ کی کیا تعداد تھی، آداب و عجائب تلاوت قرآن مجید، وسعت معانی قرآن و اعجاز قرآن، احادیث وحی کی ایک قسم ہے یا نہیں؟ ان ذہنوں کا بیان جن کو عرش کے نیچے جگہ ملیگی اور جن کو دو اجر ملیں گے، اولاد سیدانی کی سید نہیں ہے۔ سات چیمڑوں کا قبول کرنا سنت ہے اور ان کا پھپھرنا مکروہ ہے، سرور عالم نورۃ لگاؤے یا نہیں، موم بتی کی شمع آنحضرت صلعم نہ استعمال کی، شرعی ضیافتیں کیا ہیں، ان مضامین پر بحث کی ہے۔ - مقدمہ میں ذرا تے ہیں۔

پس از حمد خدا و نعت مختار
میں لکھتا ہوں فواید کتب سن اے یار

نہیں ہر فائدہ کو اس کے جوڑا
کروں جو وصف میں اس کا ہے تھوڑا

یہ نسخہ گرجتے ہے ہندی میں منظوم
بھی ہے اجمال سے ذکر اس کا مرقوم

ولم بحر ہدایت کا گہر ہے
طاسم گنج قرآن و خبر ہے

یقینی کے باغ کا وہ تازہ پھل ہے
رواق دین کا شمع جسے مثل ہے

ہے ہندی کر کے اس کو سہل مت جان
 بغور فکر اوس کی قدر پہچان
 کر اس نسخے کو دن رات اپنا گلہار
 تو رہ نعت شوق دل سے اس کا گلہار

کہا دوں صاف اسے ہندی زباں میں
 کیا نہیں شاعری کچھ اس جیاں میں

عوام الناس ہر عورات یکسر
 کریں تا اس کو آسانی سے ازبہر

ہے زبدۂ کئی کتاب محبت کا
 خلاصہ ہے تفاسیر و خبر کا

فرائد در ذوائد اس کا ہے نام
 خدا اس کو کرے خوبی سے اتھام

یہ رسالہ سنہ ۱۲۱۰ھ میں تیار ہوا تھا جیسا کہ خود ہی خاتمہ میں
 ظاہر کیا ہے -

بصمد اللہ کہ یہ دل کش رسالہ
 کہ قرآن و خبر کا ہے رسالہ

بہت جلدی سے اتھام پایا
 چھپے اسرار کو جلوہ میں لایا

جسے ہے علم دیں ہر شوق جانی
 کرینگا اس کی پوری قدر دانی

تھے بارہ سو پتہ جب دس اے گرامی
 بشہر صور پایا ہے تھامی

تھام اہیات اس کہ جو ہیں سب رس
 ہوم ہیں یک ہزار و پان صد و دس

تصدق سے محمد کے الہا

خبر اس نسخے کے تیس مقبول دہا

حیات و موت کو ملت میں اس کے

تو میرا حشر کو امت میں اوس کے

۸ — گلزار عشق - یہ مشنوی مصنف کی ایک محرومۃ الآرا

تصنیف ہے ، اس میں رضوان شاہ اور روح افزا کے قصہ کو

نظم کیا ہے ، رضوان شاہ چین کے بادشاہ کا قابل بیٹا تھا ،

باپ کے انتقال پر سلطنت کا مالک بنا ، ایک دن شکار کیلئے

نکلا ، ایک ہرن کا پیچھا کیا مگر وہ ایک چشمہ میں جا کر

غایب ہو گیا ، رضوان شاہ اندر غوطہ لگا ڈالا چاہا ، اراکین سلطنت

مادح ہوئے ، آخر اس نے اس چشمہ کے کنارے ایک محل تعمیر

کیا اور دن رات وہیں رہنے لگا ، ایک رات روح افزا باہر

نکل آئی ، کچھ دیر صحبت رہی ، پھر جدائی ہو گئی ، آخر

ایک مدت کے بعد دونوں ایک دوسرے سے ملے اور عیش و کامرانی

کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے ،

اصل قصہ فارسی میں تھا ، منشی فایز نے سنہ ۱۰۹۴ ھ

میں اس کو دکنی میں نظم کیا تھا ، اس کا ایک قلمی

نسخہ مکتب خاندان اہل اسلام مدراس میں ہے ، اس کی زبان

قدیم ہے اس کے کل صفحات ۲۵۴ ہیں اور ہر ایک صفحہ

میں دو سطریں ہیں ،

اب یہ نہیں معلوم کہ گلزار عشق کے لکھنے وقت فایز

کی مشنوی پیش نظر تھی یا نہیں ، بہر حال آگاہی نے نصرتی

کے گلشن عشق اور علی نامہ کو دیکھ کر ایک مشنوی کا تصور

قائم کیا ، سنہ ۱۱۹۱ ھ میں اس کی ابتدا کی ، مگر چھ سو

اشعار کے لکھنے کے بعد دوسری مشغولیتیں پیش آگئیں ،
اور یہ مثنوی یونہی ادھوری رہ گئی ، آخر انیس برس کے
بعد سنہ ۱۲۱۱ھ میں اس کام کو حاتمہ میں لیا اور اس کی
تکمیل کی چنانچہ خود ہی کہتے ہیں

تدے جب یک ہزار اور نوکم دو سر
بنا اس کا دیباچہ اے گرم رو

گزر گئے ہیں جب اس پر انیس سال
ہوا بدر کامل یہ زیبا حلال

کیا اس کے بیتوں کو جب میں عدد
ہوے سہ ہزار اور پان سو نو

اس مثنوی میں قدیم دکنی زبان کی جگہ صاف اور
شستہ زبان اختیار کی ہے ، اس کی وجہ یہ تھی ،

”جب زبان قدیم دکنی اس سبب سے کہ آگے ہرگز

ہو ، اس عصر میں رائج نہیں ہے اسے چھوڑ دیا ، اور محاورے
صاف و شستہ کو کہ قریب روز مرہ اردو کی ہے ، اختیار کیا ،

صرف اس بھاگے میں کہنے سے دو چیز مانج دیں ، اول یہ
کہ تاثیر وطن دکن اس میں باقی ہے ، کیا واسطے کہ

اجداد پدری و مادری اس عاصی کے اور سب قہر اس کی بیجا پوری

ہیں ، دوسرے یہ کہ بعض اوضاع اس محاورے کے میرے دل

میں بھاتے ہیں ، از انجملہ یہ کہ تذکیر و تانیث فیعل نزدیک

احل دکن کے تابع فاعل ہے ، اگر یہ مذکر ہے تو وہ بھی

مذکر ہے اور اگر مؤنث ہے تو مؤنث یہ قاعدہ موافق قاعدہ

عربی کے ہے کہ سید السنہ ہے اور قیاس صدیق بھی اس کی

تائید کرتا ہے برخلاف محاورے اردو کے کہ اس میں حسرت

ذیل کی مشمول کی طرف کر مددگار کو موند اور موند کو
مذکر کرتے ہیں،

اس کی ابتدا میں نشر کے اندر ایک دیباچہ ہے جس
میں دکن اور شمالی ہند کے اہل زبان اور محاورہ کی تفریق
کی ہے اور دکنی شعرا کو ان پر فضیلت دی ہے اس
چند اقتباسات اوپر ذیل ہو چکے ہیں،
اصل مثنوی میں تمام عنوانات شجر میں قائم کیے ہیں
مثلاً مناجات کا عنوان ہے

خنچہ دل کی عرض حیرانی
در حضور نسیم رحمانی

معراج کا عنوان ہے

ذکر معراج صاحب لولاک

پائیس جس کے سپر کے تئیں افلاک

زمانہ فنی نا قدردانی کا شکوہ ان الفاظ میں کیا ہے،

یہ سب کچھ ہے لیکن کڑوں کیا علاج

دہ اس دور میں ہے ہنر کا رواج

ہے اب ہزل اور مسخرے کو قبول

ہنر ہے پتھر اور فضالت فضول

تفاخر میں ارفال ہیں جاچا

ندامت میں اشراف ہیں مبتلا

جہاں لک جو نوع مسلمان ہیں

سو تکلیف و مدحت سے حیران ہیں

سب ہی ہاتھ سے غم کے پامال ہیں

ارافل جو ان میں ہیں با ماں ہیں

پہر اہل نجات اوپر قہر ہے
حیات ان کی تلخی سے جوں زہر ہے

کرے کوڑی اس وقت کیا ذکر شعر
کہ بدتر ہے دشنام سے ذکر شعر

کرے کوڑی کیوں عزم تصنیف کا
ہو کس طرح سے شوق تالیف کا

اس کا ایک قلمی نسخہ یورپ کے کتب خانوں میں ہے

۹۔ — نسخہ متحدہ اوج آگاہی، یہ حقیقت میں پانچ مثنویوں
کا مجموعہ ہے، جن کے نام یہ تھے (۱) صبح دوبہار عشق
(۲) ندرت عشق (۳) غرقاب عشق (۴) حیرت عشق (۵) حسرت
عشق، اب تک اس کے نسخہ کا کہیں پتہ نہ چلا، گلدستہ
کرنٹک میں اس کا نام دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے کل
ابیات کی تعداد چار ہزار پانچسویں ہے

۱۰۔ — روپ سنگار۔ یہ بھی ایک مشہور مثنوی تھی، اس کا
نسخہ بھی نایاب ہے، صاحب تذکرہ گلدستہ کرنٹک نے اس
کا تذکرہ کیا ہے

۱۱۔ — روضۃ الاسلام، یہ شافعی فقہ کے متعلق ایک منظوم
کتاب ہے جس کو اپنی لڑکی کنیز فاطمہ کے لئے لکھا تھا۔
اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے

حمد ہے اس علیم پر حق کا
جو ہے فیاض علم مطلق کا

چاہا جس کو چلانے خیر کی راہ
کردیا اس کو فقہ سے آگاہ

جس پتہ کرتا ہے اپنا فضل و کرم
اس کو کرتا ہے علم بے ہدم

حمد و ذمت کے بعد حضرت امام شافعیؒ کی تعریف کی
ہے اور اپنی اردو تصنیفات ہشت بہشت ، فراید در فراید ،
ریاض الجنان ، تحفۃ الاحباب ، تحفۃ النساء ، محبوب القلوب کی
گناہ کے بعد لکھتے ہیں

اب میں لکھتا ہوں کچھ مسائل فقہ
تا خبر دار ہووے سائل فقہ

بعضہ احباب اوس کے تھے خواہاں
چہتہ تھے اوس کے تیس بصد دل و جان

خاصہ نور چشم و جان عزیز
نام ہے جس کا خاطمہ کی کنیز

دل سے شایق ہے علم دیں کی سدا
دیوے توفیق اسے زیادہ خدا

اس کا نام روضۃ الاسلام رکھا تھا - چنانچہ کہتے ہیں

نام اوس کا ہے روضۃ الاسلام

دیوے حق سب کوں اس سے دفع تمام

اس کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ عورتیں اس کو پڑھیں

اور وہ لوگ بھی پڑھیں جو فارسی سے واقف نہیں ہیں ۔
چنانچہ کہتے ہیں

تا یہ مذہب میں جتنے ہیں عورات

شوق سے اوس کے تیس پڑھیں دن رات

ہر وہ مردان کہ فارسی نہ پڑھے

رہے پڑھنے میں اس بیان کے اڑے

ابتدا میں امام شافعیؒ کے حالات و مناقب لکھے ہیں ۔

اس کے بعد طہارت و نماز و زکوٰۃ و روزہ و حج کے عام فقہی

مسائل بیان کرتے ہیں۔ معاملات کے متعلق ناسازی طبع کی وجہ سے کچھ نہیں لکھا۔ چنانچہ خاتمہ میں کہتے ہیں

ہیگا جدت معاملات دراز
طبع میری ہے ضعیف سے ناساز

ہو وہ گر عون مصطفیٰ یا ور
اس بیان میں لکھوں کتاب دگر

اس کے کل اشعار دو ہزار چار سو چوبیس ہیں چنانچہ کہتے ہیں

ہیں سب ادبات اس کے بے تلبیس
دو ہزار چار سو چوبیس

یہ کتاب سنہ ۱۲۱۳ ھ میں لکھی تھی۔ چنانچہ روضۃ دین و اسلام
۱۲۱۳ ھ

محمدی مذهب روضۃ دلنواز سے اس کی تاریخین نکالی ہیں
۱۲۱۳ ھ ۱۲۱۳ ھ

۱۲ — دیوان ہندی۔ یہ مختلف اصناف نظم پر مشتمل ہے، اس کے قلبی نسخے دو جگہ پائے جاتے ہیں ایک جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد میں اور دوسرا مکتبۂ ابراہیمیہ حیدرآباد میں ہے اس کی ابتدا میں آگاہ دئے چارہ صفحوں کا ایک محرکہ الّا را دیباچہ لکھا ہے جس میں مختلف اصناف سخن پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ ریختہ فارسی کا تابع ہے، اس لیے اس کے ناظموں پر واجب ہے کہ انواع سخن میں قوانین قوافی فارسی سے عدول نہ کریں، اور کاف فارسی سے کاف عربی کو قافیہ نہ لائیں اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ عربی اور فارسی کے مشہور لفظوں میں حرکات کا رد و بدل نہیں کرنا چاہئے، آگاہ نے

یہ دیوان غالباً اپنی آخر عمر میں ترتیب دیا تھا ، چنانچہ اس دیباچہ کے اختتام پر کہتے ہیں

” یہ حقیر خارس آگے تیس بتیس برس کے کیا فارسی اور کیا ہندی میں سب اقسام شعر میں نظم کیا تھا اور ان سب کو بعد انتقال حضرت مرشد قدس سرہ دھو ڈالا ‘ اس کے بعد اپنی تمام ہندی تصنیفات گناہی ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا اس کے معنی یہ ہو کہ یہ دیوان گلزار عشق کے جر سنہ ۱۲۱۱ھ میں لکھا گیا ہے بہت بعد کو تیار ہوا ہے ‘

اس دیباچہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آگاہ کے کئے قصائد لکھے تھے ، ان میں سے چند قصیدوں کی خود ہی تعریف کی ہے ، چنانچہ کہتے ہیں ‘

” خصوصاً قصیدہ کافیہ کہ حضرت خیرالبریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کے شاہیل قدسیہ با سلوب کفایت و مجاز کہا گیا ہے اور تصور میں ناظم کے منتہاے لطافت و رقت کو پہنچا و قصیدہ لامیہ ہلالیہ کہ تشبیہات تازہ سے لبریز اور مضامین تلاش بلند آوازہ سے شور انگیز ہے ‘ صاحبان استعداد ان دونو قصیدوں کی غرر سے دیکھیں اور داد دیویں “

پھر پہلے قصیدہ کے متعلق لکھتے ہیں

” قصیدہ اول کہ حبد و سپاس حضرت قیوم اجل میں ہے عزوجل ‘ مشبب ہے ‘ اب تک عربی فارسی ہندی میں قصیدہ مشبب حبد میں اس عاصی کو نظر نہیں آیا “

آخر میں لکھا ہے

’مخفی نہ رہے کہ محدث سے مزاج درد مند کی اقسام باسقام
 سے پر گزند رہتی ہے‘ عجز و ضعف سے انواع کاہشن بہتے زور
 مطالعہ واد وین ہندی کا بحر کو چٹیس پرین بگڑ بگڑے اس صورت
 اہمالیہ ہم تک شارد کی محل میں عدول اس محاورہ سے ہوا ہو
 اگر صاحبان انصاف دیوں پاویں خوردہ گیری نہ کریں بلکہ ترکیب
 دل نشین و مضامین رنگین پر من دھریں
 دیماچہ کے بعد دس قصیدہ ہیں پہلے قصیدہ کا مطلع

یہ ہے ۔

رات کو جو خواب غفلت سے ہوا میں ہوشیار
 صفحہ آفاق میں عبرت سے دیکھا بار بار
 یہ تمام قصائد یا تو حمد و نعت میں ہیں یا حضرت
 فاطمہ الزہرا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت میں
 ہیں اس کے بعد غزلیں فرد رباعیات اور گیارہ قطعات
 ہیں کچھ ہندی دوہے اور کبیت بھی موجود ہیں
 پہلی غزل کا مطلع یہ ہے

ام حسن و عشق کو ترے جلوہ سے ابتدا
 ہر عین کو ہے تیری تجلی سے ابتدا

آخری غزل کا مطلع اور مقطع یہ ہے ۔

زلف سیاہ کی ترے ہے کیا بگٹ کھائی
 دشوار جس سے دوٹی دن رات نیند آئی

جب قدر دان سخن کا تیرے ہے عشق آگاہ

کیا غم ہے اگر نہیں ہے دوٹی اس کی قدر دانی

ہندی شاعری آگاہ کی ہندی شاعری کو تین بہتاز
 حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک قنوعہ ہے جو خاص

عوام کیلئے عام فہم دیکھنی میں لکھا گیا ہے ، ہشت چہشت
 معنوی ، رسالۃ عقاید ، تحفۃ النعام ، محبوب القلوب ، ریاض الجنان
 اور تحفۃ الاحباب الی قبیل سے ہیں ، دوسرا وہ جو ادبی ذوق
 رکھنے والوں کیلئے لکھا گیا ہے ، اس حصہ میں آگاہی کی دو
 عشقیہ مشنویاں گلزار عشق اور خمسۃ متحیرۃ اوج آگاہی داخل
 ہیں ، اس میں شستہ زبان استعمال کی ہے ، جو اردو زبان سے
 بالکل قریب تر ہے ، اس میں اور اردو میں فرق یہ ہے کہ
 فعل کی فاعل کا تابع قرار دیا ہے ، مفعول کا تابع نہیں جیسے
 کہ اردو میں نے کہ استعمال کے وقت بنانا پڑتا ہے ، تیسرا
 وہ ہے جو خالص اردو زبان میں لکھا ہے ، اور جس کا نہونہ
 ہم کو ان کے دیوان ہندی میں ملتا ہے ،

اول الذکر حصہ میں عام طور پر دیکھنی الفاظ اور محاورے
 استعمال کیے ہیں ، جیسے دھتر = اندر ، بھار = باہر ، یتنی =
 اتنی وغیرہ آگاہی فارسی ، صرف اور ترکیبیں بہت استعمال
 کی ہیں ، ان کی زبان میں بہت سے الفاظ ایسے ملتے ہیں جو
 آجکل متروک ہیں جیسے ہور ، کیتک ، لک ، ٹک وغیرہ ، نیز ان
 کے کلام میں زیادہ پادے جاتے ہیں ، جس کی وجہ سے ان کا کلام
 بندشوں کے لحاظ سے چست اور مضبوط نہیں رہتا ، مگر معلومات
 کے لحاظ سے ان کی ہر ایک کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے ،

دوسرے حصہ کی زبان بہت صاف اور شستہ ہے ، تاہم ان میں بھی
 عربی فارسی ترکیبوں کا استعمال زیادہ ہے ، اور متروک الفاظ
 بھی زیادہ ہیں ، مگر سلاست اور روانی پائی جاتی ہے ، اور
 شاعرانہ تشبیہات اور استعارات بہت عمدہ طور پر استعمال

تیسرے حصہ کی زبان تو خالص اردو ہے، قصائد جذبات سے لبریز ہیں، الفاظ میں بھمی شان و شکوہ پایا جاتا ہے، طرز ادا بہت ہی عمدہ ہے، غزلوں میں فارسی کا تتبہج ہے، صفت زبان اور محاورہ کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے، حسن و عشق کی واردات کے ساتھ محترفت اور تصوف کے خیالات بھی قلمبند کئے گئے ہیں، چنانچہ چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں،

ہرگز وجود میں تو شریک آپ کو نہ جان
تقصیر یہ تری نہ کبھی ہر وہ کی معاف

دنیا ہے گندہ پیر کہ صحبت ہے اس کی زہر
جادالغروں کے تئیں نظر آتی ہے نہ عروس

ہے یار کا میرے سینہ میں بود و باش ہنوز
عجب ہے پھر مجھے اس کی ہے کیوں تلاش ہنوز

جلوے اس کا نہ رکھا کوئی تحین باقی
وہم باطل کا عبت ہرگز ہے چندار ہنوز

پیری میں کٹ گئی سب افسوس زندگانی
دیکھی کبھی نہ ہرگز ہر تھی ہے کیا جوانی

ان کے چند اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں، جن سے
ان کے عام اشعار کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے،

ہر اشک میرا تھا رشک یاقوت
ایسے کو تو خاک میں ملایا

کیا ہاتھ میں آیا ترے ام عشق ستہگر
جو ایسے دل کو تو اس طرح جلایا

ذاکارہ و بیچارہ و آوارہ دل آگاہ
الہمتہ لذت ہرے دلدار کو بھایا

دادر ہم ترا تہاشہ اے دل
اپنے کو تو کیا تراشالہ دل

خیر ہم کس کے آنے کی یہ گلشن
پڑی ہم چوطرف غل خیر مقدم

تکلیف سیر مجھ کو دہم ہرگز اے صبا
مانند ہو مجھ سے سفرنت وطن کے بیچ

نشہ میں تیرے جو سوگتے ہم
بے ہوش دوجگ سے سوگتے ہم

میں ایک جیتے سے اپنے ہوں تنگ آگاہ
جہاں دیکھتے جس کو تو ہے حیات لئیٹ

میں تیری زلف کے پیچوں میں دل کا جوہا ہوں
کہ اس اندھیرے میں وہ شب چراغ کھریا ہوں

خواب شیریں سے نہ شیریں کو جگایا افسوس
ہرزہ جولاں ہے عبث نالہ فرہاد ہنرز

ہے ان دنوں لب جان بخش یاربر سر لطف
بشارت اے دل بہار اب جیا توڑے

قیامت نے خرام باز تیرا دیکھ کر پیارے
کھڑے قہقہے بلالیتی ہے تیرے بار بار آئے

آگاہ نے کئی جگہ سودا اور دوسرے شاعروں سے اپنا مقابلہ

کیا ہے ' ایک جگہ سودا کا مذاق اڑاتے ہیں '

ہیں ایک قطعہ: میں سودا کے یہ دو بیت غریب
کہ معنی ان کے ز انصاف روبراہ نہیں

دیار ہند میں دو چار ایسے ہو گزرے
جنہوں نے باز رکھا مضحکہ سے اپنے تئیں

چمٹانچہ خسرو و فیضی و آرزو و فقیر
 سفن انہوں کا محل کے ہے قابلِ تدسین
 کہا میں سن گئے عجب ہی گایہ دو چار کا قید
 کوئی ایسا حرف تعجب فزا سناہی نہیں
 بہت سے گل کہہ رہے ایران جن سے داغستان
 یہ گلزمیں ہیں گلجوش خندہ شیریں
 یہ سرخوشانِ مہمانی کا اوج موج خیال
 سنے اگر مئے شیراز ہووے سرکہ چپیں
 چمٹانچہ طوطی شکر شکن امیر حسن
 جو ہم صغیر ہے خسرو کا اور قرب آئین
 دوسری جگہ لکھتے ہیں

اس بند میں سودا کی خاطر ہے پریشانی
 اپنے کو یزیدی کہہ بیٹھا ہے بے نادانی

اور لہ چکا اپنے پر الزام یہ نصرائی
 کہتا غرض ام یارو اس طرح بے نادانی

میں ہوں تو نصاریٰ سے یوں از رہ نادانی
 پوچھا کہ مسلمان ہو برلا وہ ہے نصرائی

آگاہ گر سنے نہکیں نظم یہ تری
 سودا کہہ کہ شہر سے میرے نہک گیا

سر سودا چہ ترے شور سا ہے آگاہ
 سلسلہ حشر کا برپا نہ ہوا تھا سر ہوا

اگر چہ یہ سفن بندی ہے آگاہ
 نہ کہرسکتا ہے ہر فہم اس کو ادراک

ہر مصرعہ رسا میرا طوبی سے ہے قریں
کاندھہ پتہ ہے دبیر فلک کے علم مرا

شعر کے گرچہ قلمرو کی میں چھوڑا آگاہ
عرب و ہند و عجم میں ہے مرا داب ہنوز

فردوسی ہو گیا ہے دم دلکشا ترا
آگاہ تیری طبع کو ہے فیض روض طوس

تلامذہ آگاہ کی فیض تربیت سے ان کے بہت سے شاگردوں
نے شاعری میں بہت نام کمایا ، اس کی ایک مختصر فہرست
ذیل میں درج کی جاتی ہے ،

۱۔ نامی یہ آگاہ کے مشہور اور نامور شاگرد تھے ، ان کا
نام غلام اعزالہ دین تھا ، نامی تخلص کرتے تھے ، یہ حامد علی
خان گوپاموی کے فرزند ارجمند تھے ، سنہ ۱۱۸۱ھ میں پیدا
ہوئے ، آگاہ سے علم و ذہن حاصل کیا اور ان سے اپنے اشعار کی
اصلاح لی ، ان کی شادی نواب سلطان النساء بیگم صاحبہ بنت
نواب محمد علی خان بہادر کی لڑکی سے ہوئی تھی ، حکومت وقت
کی طرف سے ان کو مستقیم جنگ بہادر کا خطاب ملا تھا ، وہ
اپنے استاد کی طرح شیعوں کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے
نواب عہدۃ الامرا بہادر کی تخت نشینی کے بعد ان کے ایک
شعر پر گرہ لگانے کی وجہ سے کچھ دن کپاہمہ محسوب ہو گئے
تھے ، لیکن آخر میں ان کو معاف کر دیا گیا ، اور ان کو ملک
الشعرا کا خطاب ملا ، وہ اردو فارسی اور عربی کے ماهر تھے اور
تینوں زبانوں میں شعر کہا کرتے تھے ، فارسی اور اردو میں
ان کی مختلف تصنیفات ہیں ، فارسی میں ساقی نامہ ، فردوس
اعجاز یا میخانہ کیفیت اور دو بادۃ نامی لکھی ہیں ، ان تینوں

کے قلمی نسخے گورنمنٹ آرکائیوڈ میں موجود ہیں۔ لائبریری مدراس میں موجود ہیں، اپنے استاد کی زندگی میں آنحضرت صلعم کی وفات کے متعلق ایک مختصر نظم لکھی تھی، جس کا نام مدینۃ الانوار در رحلت سید الاجرار ہے، یہ کتاب سنہ ۱۲۹۱ھ میں چھپ چکی ہے، اس کی ابتدا میں اپنے استاد کی تعریف کی ہے،

منہج فیض دولوی باقر

عالم علم باطن و ظاہر

اس قدر علم کا ہے اس میں کمال

جس کی اس عصر میں نہیں ہے مثال

فقہ و تفسیر ہو حدیث و سیر

اس کو اس علم میں ہے خوب خیر

اس سوا جو علوم ہیں مشہور

کو چکا ہیگا اس نے سب سے عبور

عربی فارسی میں کامل ہے

نظم ہو و نثر بیچ قابل ہے

ہیں تصانیف اس سے بے تعداد

اس زمانہ کا ہے بڑا استاد

عالم جاہل ہے وہ وانڈہ

اس کو کہنا چاہے حق آگاہ

سب فضائل میں جس گرامی ہے

گاندی جامی و نظامی ہے

علم تفسیر کا جو ہو راوی

جاری انڈہ بولے بیضاوی

جب خبر میں صحیح ہے عالم
خوش ہے روح بخاری و مسلم

گر زمانہ میں اس کے ہوتا کین
فخر کرتا امام فخر الدین

گرے اس کی سدا ثنا خوانی
عبد قاهر فصیح جرجانی

گو تھا سحباں ایک لاثانی
پر فجل ہو سن اس کی لسانی

مبتدا گر چہ سیبویہ ہوگا
یای سے پھر نحو مبتداهوگا

عالم تصدیق میں تھا کتب یہ ظریف
گو ابو جکر و عہر سب ہے صرف

گر ہو یان عقل صایب و صابی
نطق کو اس کے جہول فارابی

دیکھتے کر اس کا حکمت سینا
وہیں ساجد ہو جو علی سینا

الغرض وہ ہے ایک بڑا فاضل
عالم جو جو ہے ہے اسے حاصل

عالم کا اس کے فیض ہے چو گرد
میں بھی ادنی اسی کا ہوں شاگرد

یارب اس کو سدا تو قائم رکھے
نام اس کا جہاں میں دایم رکھے

نامی نے سنہ ۱۲۱۱ھ میں مشنوی نو بہار عشق سنہ ۱۲۳۳ھ

میں مشنوی گنج قدرت لکھی تھی، پہلے میں شیریں فرہاد

کے قصہ کو نظم کیا ہے، دوسرے میں حضرت شاہ الدہلوی ناگوری قدس سرہ کے حالات و کرامات قلمبند کیے ہیں، یہ کتاب درحقیقت اپنے لڑکے کے خسر نواب امیرالہلک عہدالدین محمد خان بہادر کی خواہش پر لکھی تھی، امیرالہلک موصوف جب ناگور گئے تھے تو اپنے ساتھ کئی کرامات نامی ایک دکنی رسالہ لائے تھے، نامی نے ان کی درخواست پر اس کو اردو میں نظم کر دیا تھا، ان کے علاوہ لیلیٰ مجنوں کے متعلق بھی ایک مشہور اردو میں لکھی تھی، جس کا نام بہارستان عشق ہے۔ یہ کتاب عنقریب مدراس یونیورسٹی سے شایع ہوگی، نامی نے سنہ ۱۲۴۰ھ میں وفات پائی اور اپنی مملوکہ زمین میں مدفون ہوئے، ان کی قبر اب پریسیڈنسی کالج مدراس کے احاطہ میں جنوبی جانب واقع ہے۔

۴۔ **ساجد محمد علی حسین، تاج الامراء، امیرالہلک ذوالفقار الدولہ ظفر جنگ خطاب اور ماجد تخلص تھا،** اور یہ تخلص آگاہ کا عطا کیا ہوا تھا، اور جب ان سے پرغاش ہو گئی تو ماجد نے اپنا تخلص بدل لیا اور اُس کی جگہ حسین اپنا تخلص اختیار کیا، یہ نواب عبدالامراء بہادر کے فرزند تھے، سنہ ۱۱۹۸ھ میں پیدا ہوئے تھے، اور مختلف اساتذہ وقت سے تعلیم پائی، آگاہ سے اپنے اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے، تھوڑی مدت کے اندر ماجد نے فن شاعری پر عبور حاصل کر لیا، اور واقعہ یہ ہے کہ خاندان انور یہ میں ماجد جیسا تھیں، نازک خیال اور تیز طبیعت شاعر نہیں پیدا ہوا، مختلف اساتذہ کے کلام پر تنقیدیں کی تھیں اور ان کے اشعار میں اصلاحیں دی تھیں، اس کی تفصیل تذکرۃ گلزار اعظم میں ہے، لیکن افسوس ہے کہ موت نے اس کو زیادہ پھانے پھولنے نہیں

دیا، صرف اٹھارہ سال کی عمر تھی کہ سنہ ۱۲۱۶ھ میں اپنے باپ کے انتقال کے صرف چھ مہینے بعد وفات پائی،

امیرالملک ماجد نوجوان رفت

ان کی تاریخ وفات ہے، ماجد نے مختلف دواویں یادگار چھوڑے جو مختلف اصناف سخن پر مشتمل ہیں، اس نوجوان کو کتابوں کے جمع کرنے کا بھی بڑا ہی شوق تھا، گورنمنٹ اورینٹل مینسوسکرپٹ لائبریری مدراس کی کئی قلمی کتابوں پر ”تاج الامرا“ کی مہر لگی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ کتابیں انہی کے کتب خانہ کی زینت بنی ہوئی تھیں،

۳۔ **فایق** سید خیرالدین نام اور فایق تخلص تھا، سید محصور خان امامی کے فرزند تھے، سنہ ۱۱۸۸ھ میں ادگیر میں پیدا ہوئے، علوم متداولہ سے فارغ ہونے کے بعد شاعری کی طرف توجہ کی، اور صنایع بدایح اور غوامض و ذکات شعری پر عبور حاصل کیا، آگاہ سے اپنے اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے، اور اس کا اعتراف اپنے مختلف اشعار میں کیا ہے، چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں،

بہ پیش حضرت آگاہ درسخن فایق
بچشم خویش گدازدز اضطرازاذگشت

فایق نے اپنے زمانہ میں شاعری کے اندر بڑا نام پیدا کیا، آگاہ کی وفات کے بعد وہ استاد فن تسلیم کیے جاتے تھے، اکثر شاعروں نے ان سے اصلاح لی ہے، بعض ایسے کم سن شاعر جن کو آگاہ کی صحبت سے زیادہ فیض اٹھانے کا موقع نہ تھا ملا، بعد میں فایق کے شاگرد ہوئے اور ان کے فیض تربیت سے شاعری میں کمال حاصل کیا، فایق نے سنہ ۱۲۲۲ھ میں وفات پائی،

۴۔ رایتی غلام علی موسیٰ رضا نام، حکیم باقر حسین

خان خطاب اور رایتی تخلص تھا، حکیم رکن الدین حسین خان خايطی کے فرزند تھے، سنہ ۱۱۸۰ھ میں محمد پور ارکاٹ میں پیدا ہوئے، فارسی کی تکمیل کے بعد عربی پڑھی، نظم و نثر اور مشق سخن میں آگاہ کے شاگرد تھے، طبابت ان کا پیشہ تھا، اشہون نے گلدستہ کردائیک کے نام سے کردائیک کے شعراء کا ایک دلچسپ تذکرہ لکھا ہے، سنہ ۱۲۲۹ھ میں انتقال کیا تھا،

۵۔ معجز غلام محی الدین نام اور معجز تخلص تھا، سنہ ۱۱۷۳ھ میں آرکاٹ میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام محمد ندیم اللہ خايطی تھا، سنہ ۱۱۹۰ھ میں معجز مدراس آئے، اور آگاہ سے فارسی پڑھنی شروع کی، وہ ان سے اپنے اشعار کی اصلاح لیتے تھے، اور بہت جلد غوامض و نکات شعری میں کمال حاصل کر لیا، فارسی زبان، دانی میں آگاہ کے بعد معجز ہی کا درجہ تھا، امیر الامراء بہادر نے ان کو اپنے فرزند نواب عظیم الدولہ کا اتالیق مقرر کیا تھا، غلام عبد القادر ناظر مصنف بہار اعظم جاہی، معجز ہی کے فرزند ہیں، ناظر کو بھی آگاہ سے شرف تلمذ حاصل ہے، معجز نے سنہ ۱۲۲۹ھ میں وفات پائی،

۶۔ امداد میر امداد علی نام اور امداد تخلص تھا، بلگرام

میں پیدا ہوئے تھے، سنہ ۱۱۹۰ھ میں مدراس آئے اور ایک مدت تک یہیں مقیم ہو گئے تھے، طبیعت میں تیزی اور فکر میں جودت تھی، الفاظ کی نشست اور بندشوں کی چستی سے خوب واقف تھے، ہمعصر شعرا ان کی بڑی قدر کرتے تھے، آگاہ بھی ان کے ذوق سخن کے بڑے مداح تھے، جب وطن کا

سرحد؛ سر میں سبایا تو اچانک یہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور وطن پہنچکر امیر الامرا جہادر کی تحریف میں ایک قصبہ لکھ کر روانہ کیا ، اس کو خود آگاہ نے پڑھکر سنایا اور اس قصبہ کی بڑی تحریف کی ، جب امیر الامرا جہادر نے اس کا صلہ عنایت کیا تو آگاہ نے یہ روپیہ بخیریت ہنڈی اپنے شاگرد کے نام روانہ کیا ،

۷۔ انور نور الدین محمد نام ، نور الدین محمد خان جہادر حشمت جنگ خطاب اور انور تخلص تھا ، ابو الجعالی خان گوجاموی کے فرزند تھے ، سنہ ۱۱۶۰ھ میں ، دھڑ نگر میں پیدا ہوئے تھے ، ذواب محمد مدفوظ خان جہادر شہامت جنگ جو ذواب محمد علی والاجہ کے بڑے بھائی تھے ، انور کے دانا تھے ، انور نے اپنے اشعار کی اصلاح آگاہ سے لی تھی ، بہت فصیح و بلیغ اشعار لکھا کرتے تھے ، قوافی کی تلاش میں بہت کوشش کرتے تھے اور نئے نئے قافیے جادہتے تھے ، سنہ ۱۲۱۲ھ میں سل کے عارضہ سے انتقال کیا ، اور شیخ محمد مخدوم ساوی کی گنبد میں دفن کیے گئے ،

۸۔ رودق غلام محی الدین نام عارف الدین خان خطاب اور رودق تخلص تھا ، حافظ محمد محروف برہانپوری کے فرزند تھے ، سنہ ۱۱۹۲ھ میں مدراس میں پیدا ہوئے تھے ، فارسی اور عربی علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد غوامض و نکات شعری اور مشق سخن میں آگاہ سے بڑا فیض حاصل کیا تھا ، محاورات کے صحیح استعمال کی بڑی کوشش رہتی تھی ، محمد صادق خان ایرانی متخلص بہ کوکب کی صحبت میں مدت تک رہے اور فارسی محاوروں کا استعمال سیکھا ، ماجد کے یار

یاشوں میں سے تھے، جب عین عالم نوجوانی میں ماجد کا
اختقال ہو گیا تو رونق تری وطن کر کے حیدرآباد چلے گئے،
پھر آخر عمر میں مدراس آئے اور اس بزمِ مشاعرہ کے رکنِ رکن
مقرر ہوئے جس کو نواب غلام غوث بہادر نے قائم کیا تھا
۹۔ افصح حسین علی نام، مہمود علی خاں خطاب اور

افصح تخلص تھا، حاجی مہمود علی خاں نایطی کے فرزند تھے،
طبیعت میں تیزی، شوخی اور ظرافت تھی فنِ شعر میں باقر
آگاہ سے قلمبند تھا، ایک دن ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ تھا،

کرد دربار مولوی باقر

کفش بردار مولوی باقر

اس کو آگاہ کے سامنے پیش کیا اور دربار اور بردار جیسے
الفاظ کی بہت دلچسپ شرح کی، آگاہ نے اس کو بہت پسند کیا،
اور ان کے تخلص پر صاد کیا اور یہی اس غزل کا صلہ قرار دیا،
جب نواب عہدۃ الامرا بہادر سنہ ۱۲۱۰ھ میں تختِ دشین
ہوئے تو ان کی تحریف میں افصح نے اردو میں ایک پر زور
قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ تھا،

ہر نرگہ ہے قدر کو خورشید بنانا

یہ کام تو تیرا ہی ہے ممتاز زمانا

اور اس کو ملک العلماء مولانا جدر العلوم عہدِ الحلی کی
وساطت سے نواب صاحب کے گوش گزار کیا، نواب صاحب اس کو
سنکر بہت مدحوظ ہوئے اور افصح الشعرا کا شاہی خطاب عنایت
کیا اور ایک قابلِ قدر انعام بھی عطا کیا،

۱۰۔ والا سید ابو سعید نام، سید ابو طیب خان خطاب

اور والا تخلص تھا، سید ابو طیب خان والا کے فرزند تھے،
سنہ ۱۱۹۰ھ میں رحمت آباد میں پیدا ہوئے، اور اساتذہ وقت

سے علوم متہد اولیٰ کی تعلیم حاصل کی، آگاہ سے اپنے اشعار کی اصلاح لیتے تھے، آگاہ ہی نے ان کو یہ تخلص عطا کیا تھا اور یہ شعر لکھا تھا،

حظ وافق بجز از سیر چو بلبل والا
اولیں جوش بہار است گلستان ترا

آگاہ کے انتقال کے بعد رحمت آباد چلے گئے اور وہاں جناب مولوی شاہ رفیع الدین قندھاری کے ہاتھ پر بیعت کی، سنہ ۱۲۵۲ھ میں آپ کے چھوٹے فرزند کا انتقال ہو گیا، والا کو اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ وہ مدراس چلے آئے، اور یہاں بدر غم اور آئینہ رحمت کے نام سے دو مثنویاں لکھیں، اور نثر میں خواجہ رحمت اللہ قدس سرہ کے حالات زندگی پر بدر رحمت کے نام سے ایک رسالہ لکھا، سنہ ۱۲۶۴ھ میں وفات پائی، اور مٹیال پیٹ مدراس کی مسجد کے صحن میں مدفون ہوئے خوشنود نے ان کی تاریخ وفات ”الحاقیۃ للہتقیین“ کہی تھی، بدر غم کا ایک نسخہ کتب خانہ اہل اسلام والا جامع مدراس میں ہے،

|| - شایق غلام محی الدین نام شایق علی خان خطاب اور شایق تخلص تھا، شاہ احمد ابو تراب کے فرزند تھے، ان کے آباء و اجداد بدر کے رہنے والے تھے، لیکن آپ کے دادا نے ادگیر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور شایق وہیں سنہ ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے اور جب مدراس آئے تو آگاہ سے فارسی پڑھی، اس کی تکمیل کے بعد اپنے اشعار کی اصلاح فایق اور والا سے لیتے تھے، ریختہ کے لئے اظہری اور میر شاہ حسین حقیقت کی شاگردی اختیار کی، مرج البحرین، روضہ قدسیان، مثنوی رشک بہشت دیوان فارسی اور دیوان ہندی ان کی تصنیفات سے ہیں سنہ ۱۲۴۹ھ میں وفات پائی،

۱۶ شایان محبت اسلام خان نام اور شایان تخلص تھا، علی احمد خان نایطی لوہگڑی کے فرزند تھے، آرکائٹ میں پیدا ہوئے تھے، پھر مدراس آئے اور مختلف اساتذہ سے عربی اور فارسی پڑھی، آگاہ سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی، خوشنویسی میں کمال پیدا کیا تھا، مسائل التحلیم شرح منہج التقویم، شرح منہج فارسی در فقہ، وقایع حیدری، عین المصادر، گلدستہ مناقب، مشغوی گداز دل، مشغوی ظفر نامہ ان کی تصنیفات سے ہیں، سنہ ۱۲۳۴ھ میں انتقال کیا،

۱۷ = فدا غلام حسین نام اور فدا تخلص تھا، مومن علی خان حیدرآبادی کے لڑکے تھے، حیدرآباد سے مدراس آئے تھے اور آگاہ سے اپنے اشعار کی اصلاح لی تھی اور نظم و نثر کے لکھنے کی اچھی استعداد پیدا کی تھی،

۱۸ = ناصر صفی الدین محبت خان نام اور ناصر تخلص تھا، قادر علی خان بہادر کے لڑکے اور آگاہ کے بھتیجے تھے، سنہ ۱۱۹۸ھ میں مدراس میں پیدا ہوئے آگاہ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر معجز سے ان کی تکمیل کی، کچھ دنوں تک اپنا کلام آگاہ کو دیکھانے رہے، ان کے انتقال کے بعد فاضل کی شاگردی اختیار کی، پھر حیدرآباد چلے گئے اور وہاں طبابت کا فن سیکھا، پھر مدراس آکر مولوی شرف المہک بہادر مدار انہماک ریاست کرناٹک کی لڑکی سے شادی کی، بڑے خلیق اور جامروت آدمی تھے، حاضر جواہی میں بہت مشہور تھے، پڑھے، خوش وضع اور خوردوار آدمی تھے، اپنی زندگی عزت اور وقار کے ساتھ گذاری آخر سنہ ۱۲۴۳ھ میں انتقال کیا اور حیدرآباد میں شاہ یوسف قصبہ سرے کی درگاہ میں مدفون ہوئے

۱۵ - احقر سید نظام الدین نام اور احقر تخلص تھا ،

سید عبدالقادر خوشنویس کے فرزند تھے ، سنہ ۱۲۰۰ ھ میں مدراس میں پیدا ہوئے فارسی کی درسی کتابیں آگاہ سے پڑھیں پھر ان کی تکمیل محجز ، نامی اور اظفاری سے کی ، ذن شعر گوئی میں بھی انہی حضرات سے استفادہ کیا تھا ، اپنے والد سے خوشنویسی اور نقاشی کا ذن حاصل کیا تھا ، کرناٹک میں سرکاری خدمات پر مامور تھے ، بعض داسدوں کی شرارت سے مجبور ہو کر سنہ ۱۲۲۲ ھ میں اپنی ملازمت سے استعفا دیا اور ملیبار چلے گئے ، وہاں راجہ رام راج بہادر شہشیر جنگ نے ان کی بڑی آؤدھت کی اور ان کو اپنے دفتر کا میر منشی مقرر کر دیا ، وہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ، ایک چھوٹا سا دیوان بھی مرتب کیا تھا ، اور نظام الانشاء کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا ،

ذیل کی رباعی احقر ہی کی ہے ،

احقر ز جہاں وذا نہ جوئیم ججا است

دست از ہوس وطمع نہ شوئیم خطا است

این ہستی ماراکہ چونقش است جر آب

گرہم نفس حباب گوئیم روا است

احقر آخر وقت تک ملیبار میں رہے ، مگر اپنے ادبی ذوق کو برباد نہ دے نہیں دیا ، وہ تذکرہ گلزار اعظم کی تصنیف

سنہ ۱۲۶۹ ھ تک زندہ تھے ،

۳۔ شواکل الحور فی شرح ہیاکل النور

ملاجلال الدین دوانی نے شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی مقتول کی کتاب ہیاکل النور کی عربی میں شرح کی تھی۔ مصنف نے عربی مقدمہ اور حواشی کے ساتھ اس کو مرتب کر کے شایع کیا ہے۔ ضخامت ۲۵۷ صفحہ قیمت گیارہ روپے بارہ آنے کیوریٹر گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹس لائبریری مدراس ۵ سے ملیگی

۴۔ مختصر تاریخ ہند مورلینڈ اور چرچی کی مشہور

و معروف تاریخ اے شارٹ ہسٹری آف انڈیا کا شگفتہ اور شستہ اردو ترجمہ ضخامت ۶۶۸ صفحہ قیمت پندرہ روپیہ

۵۔ نامعلوم انسان ڈاکٹر الکسس کیپرل کی مشہور و

معروف تصنیف ”میان دی ان خون“ کا سلیس اور جامع اردو ترجمہ۔ مترجم نے انگریزی کی جدید اصطلاحات کا بہترین ترجمہ کیا ہے معارف اعظم گڈھ، برہان دہلی، نگار لکھنؤ اور ذراے ادب بمبئی میں ان دونوں ترجموں کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ ضخامت ۲۷۸ صفحہ۔ قیمت پندرہ روپیہ

۶۔ کلیات ابجدی حصہ چہارم۔ ملک الشعراء کرناٹک

میر اسماعیل خان ابجدی المتوفی سنہ ۱۲۰۳ھ نے خاقانی کی مثنوی تحفۃ الحرائقین کی فارسی میں شرح کی تھی۔ مصنف نے اس کو مرتب کر کے شایع کیا ہے اس حصہ میں ابجدی کی ایک مختصر اردو مثنوی حقیقت نامہ بھی شامل ہے ضخامت صفحہ ۴۱۲ قیمت بارہ روپیہ

۷۔ مثنوی ذوبہار عشق ملک الشعراء کرناٹک ذواب

غلام اعز الدین خان بہادر مستقیم جنگ نامی المتوفی سنہ ۱۲۲۰ھ نے فارسی اور اردو میں بہت سی مثنویاں لکھی تھیں۔ اس اردو مثنوی میں نامی نے خسرو شیریں کا مشہور قصہ نظم کیا ہے۔ ایک بسیط مقدمہ کے ساتھ اس کو مرتب کر کے شایع کیا گیا ہے۔ ان کی دوسری مثنویاں بھی یکے بعد دیگرے مدراس یونیورسٹی کی طرف سے شایع کی جائیگی۔ ضخامت ۱۶۴ صفحہ قیمت ساڑھے آٹھ روپیہ

نوٹ نمبر ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - رجسٹرار مدراس یونیورسٹی سے ملیگی

اہم اطلاع مولانا باقر آگاہ کی عربی تصنیفات کا ایک

مستند نسخہ زیر ترتیب ہے۔ ضروری مقدمہ اور حواشی کے ساتھ عنقریب مدراس یونیورسٹی کی طرف سے شایع ہوگا۔